

غزوہ مے

تألیف

فضيلة الشيخ

محمد صلاح الدین زیدان
(سیف العدل)



غزوہ ہند

مطبوعات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام کتاب

مصنف کا نام

تاریخ اشاعت

ناشر

برقی پتہ برائے رابطہ

یہ غزوہ ہے

فضیلۃ الشیخ محمد صلاح الدین زیدان (سیف العدل)

ربیع الثانی ۱۴۴۸ھ / ستمبر ۲۰۲۶ء

ادارہ نوائے غزوہ ہند

editor@nghmag.com

یہ غزہ ہے

فضیلۃ الشیخ محمد صلاح الدین زیدان (سیف العدل) کے

۲۰۲۳ء تا ۲۰۲۴ء میں لکھے گئے سلسلہ مضامین

”ہذہ غزہ“

کا اردو مجموعہ

غزوة ہند

مطبوعات

فہرست

- ۸..... فلسطین: امن و جنگ کے ۷۵ سال
- ۲۲..... اظہارِ حقیقت کا حوصلہ کس میں ہے؟
- ۲۴..... الحنین
- ۲۵..... یہ غزہ ہے: اپنوں کی خیانتوں سے چور پیکر صبر
- ۲۶..... دشمن کے زاویے سے
- ۲۹..... اہل غزہ اور مجاہدین کے زاویے سے
- ۳۲..... عالم اسلام کے مطلق العنان حکمرانوں کے لحاظ سے
- ۳۳..... عرب اور عالم اسلام کے حکام کا طرزِ عمل
- ۳۶..... مصر میں زبردستی اقتدار پر قابض صہیونی مہرہ (عبدالفتاح سیسی)
- ۳۷..... جزیرہ عرب کے مشرق میں واقع چند انتہائی مالدار شہروں کا صہیونی حاکم (خلیج کا شیطان: بن زاید)
- ۳۸..... ریاض کا حاکم ولی عہد بن سلمان، زنا اور گناہوں کو ترویج دینے والا
- ۴۰..... یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!
- ۴۰..... ’اگلے دن‘ سے قبل کی دنیا
- ۴۹..... استیر کا افسانہ اور یہود کی جدوجہد پر اس کا اثر
- ۵۵..... خطے میں اسرائیل کا ناسور کیوں بویا گیا؟
- ۶۰..... بحر احمر کی حکمتِ عملی

- ۶۳ خطے کی حکومتوں کی حالتِ زار
- ۶۹ آدھی رات کی تاریکی
- ۷۲ راستے کے جرائم
- ۷۵ طاقتور ممالک، نڈر ممالک اور آئندہ عالمی جنگ کے اشارات
- ۷۸ کچھ قابلِ ذکر نکات
- ۹۲ تبدیلی کے راستے پر
- ۱۰۱ یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!
- ۱۰۱ تمہید
- ۱۰۲ اہم سوالات
- ۱۰۳ راہ انقلاب کے سنگِ میل
- ۱۰۳ معلومات کی تجدید
- ۱۰۵ اتحاد
- ۱۰۶ جدید جنگیں
- ۱۰۸ فضائی حملے اور ان کا حل
- ۱۱۲ تربیت اور بھرتی
- ۱۱۴ اہداف اور ان سے تعامل
- ۱۱۸ صنعت کاری
- ۱۱۹ اسلحے کا ذخیرہ

- ۱۲۰ کامیابی کا مفہوم
- ۱۲۱ رد عمل
- ۱۲۲ اہم نکات
- ۱۲۶ تعزیت اور خوشخبری
- ۱۲۸ اختتامیہ

فلسطین: امن و جنگ کے ۷۵ سال

فلسطینی مجاہدین نے دعوتی، سیاسی اور عسکری میدانوں میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں، آج تک کوئی قوم یا اسلامی تحریک ان کی نظیر پیش نہیں کر سکی۔ خصوصاً اپنے مسلمان قیدیوں کی رہائی کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے فرمان فکوا العانی (قیدیوں کو چھڑاؤ) کو من و عن عملی جامہ پہنایا۔ اس کے علاوہ دشمن کے مقابل جس جنگی اخلاقیات کا مظاہرہ کیا ہے وہ قابل تقلید اور مستحسن اقدام ہے۔

فلسطینی مجاہدین کی تمام تر عسکری، نشریاتی، دعوتی اور جنگی اخلاقیات کو دیکھتے ہوئے یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ ان کے تمام تر اقدامات میں قدم قدم پر توفیق اور نصرت الہی شامل حال ہے۔ اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب نیتیں صاف اور دل اللہ کی رضا و خوشنودی کے علاوہ کسی دنیاوی غرض سے ملوث نہ ہوں۔

مجاہدین نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور لاچار قیدی جن میں عورتیں، بچے اور بوڑھے شامل تھے، ان کو آزاد کروایا۔

ان قیدیوں میں ایک عورت نے انتہائی دلگیر انداز میں نعرہ لگایا:

تلوار کو تلوار ہی توڑتی ہے!

ہم محمد ضیف کے بہادر سپاہی ہیں!



جب اس نعرے کو ارد گرد دھڑے افراد نے سنا تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں، یہ مرحلہ تو ان لاچار قیدیوں کا تھا، اب مرحلہ ہے کہ یہود کے جنگی قیدیوں کو

۱ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكُّوا الْعَانِيَّ وَأَجِيبُوا الدَّاعِيَ وَغُودُوا الْمُرِضَ

قبضے میں رکھ کر منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے، دست بدعا ہوں کہ اللہ رب العزت اس سیاسی و عسکری مہم میں بھی انہیں کامرانی سے ہمکنار کرے۔

حالیہ غزہ کی جنگ میں فلسطینی مجاہدین سے ایسے تجربات اور دروس سیکھنے کو مل رہے ہیں جو اس فن کے ماہرین کے یہاں بھی نایاب و نادر ہیں۔ انہوں نے اپنے قول و عمل سے ثابت کیا کہ وہ حالیہ غیر متوازن جنگ کے ماہر ہیں اور ان کا کوئی ثانی نہیں۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ گوریلا جنگوں کی تاریخ میں ایسی سرزمین جو بالکل ہموار ہو، جہاں چھپنے کی کوئی جگہ نہ ہو، اسلحہ اور دیگر وسائل محفوظ کرنے کے لیے گودام نہ ہوں، نہ ہی کوئی جدید ٹیکنالوجی ہو، جس علاقے کا کل رقبہ 9x40 کلومیٹر ہو، جو گاڑی کی رفتار سے فقط ایک گھنٹے میں طے کیا جاسکتا ہو، جس کے باشندے بے سروسامان ہوں، نہ ہی کوئی حفاظتی حصار ہو اور نہ کوئی جدید اسلحے اور ٹیکنالوجی سے مسلح ہوں، ایسی حالت میں ان کا مقابلہ دنیا کی بہترین فوج سے ہو رہا ہے جو جدید اسلحہ، ریڈار، جنگی جہازوں، ہیلی کاپٹروں و دیگر جنگی ساز و سامان سے لیس ہے، یہ مقابلہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ اور اس جنگ میں اول الذکر منتشر، بے سروسامان جماعت کیسے جنگ میں کامیاب ہے؟!

یہ ایک انتہائی دور رس، دور اندیش منصوبہ تھا جس کی تکمیل میں دودھائیاں صرف ہوئیں، مجاہدین غزہ نے جدید سیٹلائٹ سسٹم اور جاسوسی کے ہمہ گیر جال کی موجودگی میں کیسے اور کب زیر زمین خندقیں کھودیں؟ کیسے ممکن ہو سکا کہ وہ اپنے اسلحے خود تیار کر سکیں؟

اپنی اسلحے کی فیکٹریوں کو اتنے زبردست جنگی حصار میں کیسے قائم رکھ سکے؟ ایک طرف اسرائیلی حصار جبکہ دوسری جانب خائن مصری فوج کا محاصرہ! مالی امداد کہاں سے آئی جبکہ تمام اطراف سے یا تو یہودی تختے یا یہودی کے آلہ کار نام نہاد مسلمان ممالک!

ان کے لیے کیسے ممکن ہو سکا کہ مکمل جنگ کے لیے وافر مقدار میں میزائل اور گولہ بارود کا بندوبست کریں اور یہ کہ کہاں ان تمام وسائل کو محفوظ کیا؟



بے شک یہ اللہ کی غیبی مدد و نصرت ہے جسے چاہتا ہے اپنی مدد و حفاظت عطا فرماتا ہے۔ یہ اسلام کا عظیم رشتہ اور مضبوط کڑی ہے جس نے انہیں اپنے رب سے جوڑے رکھا ہے، یہ ایک انسانی عزم

مضمم ہے جو دستیاب وسائل اور حالات کا درست تجزیہ کر کے اپنے رب پر توکل کرتے ہوئے عمل کے میدان میں کود پڑتا ہے۔

ان مجاہدین نے زیر زمین خندقیں کھود کر میدان جنگ کو وسیع کر دیا۔ اپنی مرضی کا میدان جنگ سجا کر دشمن کو وہاں کھینچ لائے، دشمن جب میدان میں پہنچا تو یہ لوگ زمین کے نیچے سے اچانک نکل نکل کر دشمن پر کاری ضربیں لگانے لگے جیسے کھجور کی کوئٹلیں نکلتی ہیں، یقیناً زمین ان کے لیے بہترین ٹھکانہ ثابت ہوئی، جہاں وہ رہتے، بستے اور وہیں سے دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ یہی اللہ کی سنت ہے جب ظاہری اسباب ختم ہو جائیں تو کمزوروں اور ضعیفہ کارب انہیں مدد و نصرت کے طریقے الہام فرماتا ہے۔



اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخَفِّبَ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَكَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (الحج: ۵۴)“

آیا ہے، پھر وہ اس پر ایمان لائیں، اور ان کے دل اس کے آگے جھک جائیں، اور یقین رکھو کہ اللہ ایمان والوں کو سیدھے راستے کی ہدایت دینے والا ہے۔“

غزہ کی جنگ میں یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ اس جنگ میں مختلف قسم سے اسلحے سے لیس چھوٹے چھوٹے مجموعات یہود کی باقاعدہ و بھاری بھر کم فوج کے بالمقابل غالب اور فاتح ہیں، باقی اسرائیل کی برتری فقط شہری تباہی تک ہی محدود ہے اور ان کی فضائی قوت جنگ کے شعلوں کو مزید بھڑکانے، نہتے عوام کا قتل کرنے اور تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں، خصوصاً جب یہ قوت صہیونیوں کے ہاتھ میں ہے۔

یقیناً طوفان الاقصیٰ ایک تاریخی عسکری سبق ہے اور گزشتہ ادوار کے مقابلے میں ایک بڑی تبدیلی ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ جنگ جہاد سے پیچھے رہ جانے والے شکست خوردہ لوگوں کے لیے بھی اتمام حجت ہے، اسی طرح تمام عربی اور اسلامی ممالک کے لیے بھی یہ جنگ باعثِ ذلت اور عار ہے۔

فلسطینی مجاہدین نے فرضیت جہاد کے بعد وہی کیا جو ان کے بس میں ہے، اپنی استطاعت سے زیادہ کا ان سے پوچھا جا سکتا ہے نہ ہی وہ اس کے مکلف ہیں۔ اس کے مکلف تو فوجوں کے مالک اور محلات میں بیٹھے عیاش حکمران ہیں جو



فرضیت جہاد کے فتوے صادر ہونے کے بعد بھی اہل غزہ کی مدد و نصرت تو کیا کرتے، الٹا دشمنانِ اسلام کی ہمنوائی و پشتی بانی میں مگن ہیں۔ باوجود اس کے کہ قطر میں موجود امریکی فوجی اڈے کے پڑوس میں عالمی اتحاد برائے علمائے مسلمین نے بالاتفاق یہ فتویٰ جاری

کیا کہ تمام اہل حل و عقد بشمول اسلامی ممالک کے سربراہوں پر فرض ہے کہ وہ صہیونیوں کے جرائم کا سد باب اور اہل غزہ کے منتہی مسلمان بھائیوں کی ہر ممکن مدد کریں۔



مغرب کی پوری تاریخ جس کی صف اول میں برطانیہ اور امریکہ ہیں وحشت ناک جرائم سے بھری پڑی ہے۔ اس حوالے سے نہ کسی دین کی پاسداری کا خیال ہے اور نہ ہی کسی مذہب و نسل سے درگزر سے کام لیتے ہیں۔ امریکہ کے اصلی حقیقی باشندوں کے قتل عام سے لے کر بیت پرست جاپان اور پروٹسٹنٹ عیسائی جرمنی کے شہروں کو ملیامیٹ کرنے تک، افغانستان کی تباہی سے لے کر آج فلسطین میں اپنی لے پاک صہیونی ریاست کے ذریعہ مسلمانوں کی نسل کشی تک یہ سب کا سب ان کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا ہے۔ ان کا دین اپنے ذاتی مفاد کا دوسرا نام ہے، ان کے یہاں اخلاق کا کوئی دائرہ کار ہے نہ ہی کسی قدر کی پابندی.....

آج عالم اسلام میں موجود مغربی دلدادہ اور ان کی آزادی، مساوات کی طرف دعوت دینے والے بھی گولو کا شکار ہیں اور اپنے مغربی آقاؤں کے اس مکروہ چہرے پر پردے ڈالنے سے عاجز ہیں بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ مسلمان ملکوں میں مغرب زدہ ٹولہ آج جمہوریت اور عالمگیریت کے مزعوم بت اور دین جدید سے برگشتہ ہونے کو تیار بیٹھا ہے، بشرطیکہ آنکھیں کھول کر حقیقی اسباب کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

رہے ان کے مغربی آقا، تو ان کے اپنے کرتوتوں کی بنا پر چہرے سیاہ، نگاہیں بے حیا ہیں، ان کے دل مسلمانوں سے بغض و عناد سے بھرے ہوتے ہیں۔ ان کی جانب سے منعقد کی گئی سلامتی کونسل (حقیقت میں خیانتی کونسل) میں کسی بھی طرح سے فلسطین میں جاری ظلم و بربریت روکنے کی قرارداد اس وقت تک پاس نہیں کی جاسکتی جب تک یہود کے خلاف بعینہ اسی طرح کا رد عمل آ نہیں جاتا، تب پھر ان کو جنگ بندی یاد آ جاتی ہے، اس کے علاوہ انہیں جنگ روکنے کا کبھی خیال نہیں آتا۔

آج ہم جس صورتِ حال کا غرہ میں مشاہدہ کر رہے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں، ہمیشہ استعمار کا کمزوروں کے خلاف یہی وطیرہ رہا ہے۔ اہل غرہ سنہ اڑتالیس سے قبل بھی یہی جہاد کرتے رہے تھے اور اب بھی کر رہے ہیں۔ استعمار کی پوری تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ مظاہروں، مذمتی قراردادوں اور جلسے جلوسوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کا واحد راستہ اور منصفانہ حل جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

یہود کا آپسی اختلاف ہی ان کی تباہی کے لیے کافی ہے، تباہی کے سارے عناصر ان میں موجود ہیں۔ ان کے مابین موجود اختلافات اور عداوت اس حد تک پہنچی ہوئی ہے جو کسی سے مخفی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”یہ سب لوگ اکٹھے ہو کر بھی تم سے جنگ نہیں کریں گے، مگر ایسی بستیوں میں جو قلعوں میں محفوظ ہوں، یا پھر دیواروں کے پیچھے چھپ کر۔ ان کی آپس کی مخالفتیں بہت سخت ہیں۔ تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو، حالانکہ ان کے دل چھٹے ہوئے ہیں۔ یہ اس لیے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں عقل نہیں ہے۔“

لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرَى مُحْتَصِنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسِبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ. (الحشر: ۱۳)

یہود ایسی قوم ہے کہ اپنے قرب و جوار میں رہنے والے ہر کسی سے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ کیونکہ نسلی برتری کا خناس اور فساد کے جراثیم ان میں بھرے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اور یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، ہاتھ تو خود ان کے بندھے ہوئے ہیں اور جو بات انہوں نے کہی ہے اس کی وجہ سے ان پر لعنت الگ پڑی ہے، ورنہ اللہ کے دونوں ہاتھ پوری طرح کشادہ

وَقَالَتِ الْيَهُودُ دُيُّدُ اللَّهِ مَغْلُوبٌ لَّنَا غَلَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَلَعُنُوا آلَهُمَا قَالُوا أَبَلِ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُعْذِقُ كَيْفَ يَشَاءُ وَلَيَزِيدَنَّ كَيْدُهُمَا مِنْهُمَا مِمَّا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ظُلْمًا تَا وَكُفْرًا وَالْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ

كُلُّمَا أَوْفَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ۔
(المائدہ: ۶۳)

ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ اور (اے پیغمبر) جو وحی تم پر نازل کی گئی ہے وہ ان میں سے بہت سوں کی سرکشی اور کفر میں مزید اضافہ کر کے رہے گی،

اور ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لیے عداوت اور بغض پیدا کر دیا ہے۔ جب کبھی یہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اس کو بجھا دیتا ہے اور یہ زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں، جبکہ اللہ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

یہود اگرچہ اللہ کے نبی ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کے دعوے دار اور ان کی نسل سے ہیں۔ تمام انسانوں اور یہود میں کوئی امتیاز نہیں۔ اس کے باوجود یہ لوگ عام انسانوں خصوصاً مسلمانوں پر اپنی برتری، دھونس اور تکبر کا اظہار کرتے ہیں اور یہ باور کرواتے ہیں کہ وہی اللہ کے منتخب اور برگزیدہ قوم ہیں، حالانکہ وہ اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ یہ لوگ اللہ کے غیظ و غضب کے مستحق ہیں لیکن ابلیس العین کی مانند اپنے حسد، تکبر اور گھمنڈ میں غطاں ہیں۔ یہ ایسی گمراہی ہے جس سے اللہ کی ہدایت اور فضل کے سوا کوئی نہیں نکل سکتا۔

غزہ میں موجود اللہ کی فوج مجاہدین اور شیطان کی فوج صہیونیوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ فتح و کامرانی یہی نہیں کہ دشمن پر غلبہ حاصل ہو جائے بلکہ حقیقی فتح اور کامرانی اخلاقیات اور اقدار کی ہے، بارہا

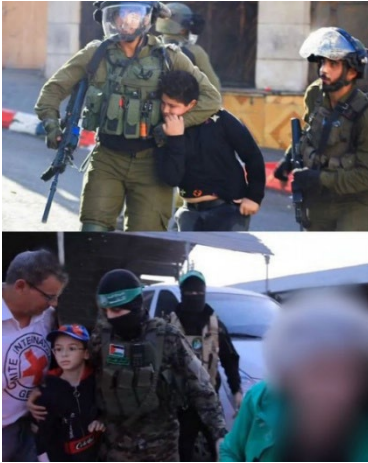


ایسا ہوا ہے کہ طاقت ہونے کے باوجود افواج انسانیت اور اخلاقیات کا لحاظ کرتے ہوئے پیچھے ہٹ جاتی ہیں۔

جنگی اخلاقیات ہی وہ بیش قیمت زیور ہے جس سے حقیقی بہادر رہنما متصف ہوتے ہیں اور اپنے دشمن سے غیرت اور شرافت کی حد میں رہتے ہوئے برسرِ پیکار ہوتے ہیں، اہل غرہ اپنے صہیونی دشمن اور ان کے قیدیوں سے بعینہ اسی پیمانے اور اسی انداز سے مقابلہ کر رہے ہیں۔

دوسری طرف صہیونیوں نے جنگ کے میدان اور مسلمان قیدیوں سے جو سلوک اختیار کیا وہ انتہائی گھٹیا اور شرمناک ہے، ان سے گلہ بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہی ان کی حقیقت اور جبلت ہے۔ ان کی قید میں اسیروں سے جو سلوک روا رکھا جا رہا ہے وہ ان کی کم ظرفی، کمینگی و سفلہ پن اور بد بختی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اور ایسی نسل کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے جس پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور ان کے مابین اختلاف و تفرقہ ڈال دیا گیا۔ یہ لوگ ہر وہ کام سرانجام دے رہے ہیں جو اللہ کے غیظ و غضب اور پھینکار کو دعوت دے رہا ہے۔



اور اللہ تعالیٰ ان کی سرکشی میں مزید بڑھاوا دے رہا ہے تاکہ جب ان کو اپنے عذاب میں جکڑے تو بچنے کا کوئی آسرا نہ ہو۔ ان کے سیاہ کارنامے اور کرتوت کو وہی لوگ پسند کرتے اور سند جو اواز عطا کر رہے ہیں جو ظلم و سرکشی میں ان ہی کے جیسے اور ان کے تابع ہیں جیسے صہیونی غلام امریکہ، برطانیہ اور دیگر یورپی ملک۔

اپنے مقبوضہ ملکوں اور ان کی عوام کے ساتھ یہی ان استعماری ملکوں کا فلسفہ اور طرزِ عمل رہا ہے تو یہ ظالم و وحشی درندے صہیونیوں کو ان جرائم سے روکنے کی کوشش کس منہ سے کریں؟

ان اقوام میں کوئی انسانیت نام کے اصول ہیں نہ ضابطے، ان کے تمام تر اقدامات اور سرگرمیاں درندوں جیسی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”یا تمہارا خیال یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ نہیں! ان کی مثال تو بس چوپایوں کی سی ہے، بلکہ یہ ان سے زیادہ راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔“



جہاں تک عرب اور دیگر مسلم حکمران ہیں تو وہ اپنی فطرت کے مطابق اپنے اوپر عائد فریضے سے چشم پوشی اور راہ فرار اختیار کر رہے رہیں۔ کیا غزہ میں جاری بمباری، قطر میں موجود امریکی اڈے عدید سے نہیں ہو رہی؟ کیا اس تمام تر تباہی کا گولہ بارود ترکی کے امریکی فوجی اڈے انجریک اور سعودیہ، امارات کے اسلحہ خانوں سے نہیں پہنچ رہا؟ ابھی بھی ترکی حکومت یہودی کی تمام تر ضروریات چاہے وہ ملبوسات ہوں یا خوراک مواد اور دیگر ضروریات زندگی پوری تندہی سے پوری کر رہی ہے۔

ایک طرف تو یہ پالیسی ہے جبکہ دوسری جانب مگر چمچ کے آنسو بہا کر جلسے جلوس اور مظاہروں میں اسرائیل کے خلاف لے لے بیٹے بیانات داغے جا رہے ہیں۔ مظاہرے تو عوام کی طرف سے کیے جاتے ہیں تاکہ اپنی حکومت کو ضروری اقدامات اٹھانے پر مجبور کیا جائے، نہ کہ حکومت بھی وہ جو غزہ کے مجاہدین کو اکیلا چھوڑے ہوئے ہے، دوسری طرف یہودیوں کو مسلسل ضروریات زندگی پہنچائی جا رہی ہیں۔ کیا ایسی حکومت سے توقع کی جاسکتی ہے کہ یہ مجاہدین سے تعاون کرے؟ یا سفیروں کو ملک بدر کرے؟ یا سفارتی تعلقات منقطع کرے؟ ایسی حکومتوں کے بارے میں شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

میں نے اپنے بھائیوں کو اپنے لیے ڈھال جانا
ہاں وہ تھے مگر دشمنوں کے لیے
میں نے انہیں قاتل تیر سمجھا
ایسے ہی تھے مگر میری جان کے لیے
انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم جہدِ مسلسل میں ہیں
میں نے کہا: جی ہاں! میری تباہی کے واسطے

عسکری اور اسٹریٹجک اعتبار سے مجاہدین فلسطین اخلاقی میدان میں فاتح بن کر ظاہر ہوئے ہیں۔ اس اخلاقی جنگ میں ساری دنیا نے متعصب مغربی صہیونی دجالوں کا قبیح چہرہ بخوبی دیکھ لیا کہ ان کے تمام نشریاتی اداروں نے کیسے انسانیت کی دھجیاں اڑائیں، اپنے تئیں لگائے جانے والے انسانی، نسوانی، حیوانی اور بچوں کے حقوق کا پول اپنے ہاتھوں کھول دیا۔ اس دوران غیر جانبدار میڈیا کے ذریعہ ہر عام و خاص کو پتہ چلا کہ مغرب نے اپنے عوام اور تمام دنیا کو کیسے جھوٹے پروپیگنڈوں کے ذریعے اپنا ہمنوا بنایا ہوا ہے، کیسے مغربی میڈیا حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرتا ہے، یہ تو بالکل ابتدائی اور سطحی ذرائع سے علم میں آیا، جہاں تک اندرونِ خانہ منصوبے اور حقائق ہیں وہ اس سے کافی زیادہ ہیں۔

اقوام متحدہ کے صمم کدے^۲ میں جب تمام دنیا کی طرف سے اسرائیلی وحشت و درندگی بند کرنے کے مطالبے نے زور پکڑا تو امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے اس مطالبے کو رد کرتے ہوئے اسرائیلی مظالم کی حمایت کی اور اس ظلم کو جاری

^۲ مجاہدین کے نزدیک اس ادارے اور اس کی ذیلی شاخوں کی کوئی حیثیت نہیں، ہم تو ان سرکشوں کو انہی کے بنائے ہوئے قوانین اور عدالتوں میں، ان ہی کے دین جدید جمہوریت کے تناظر میں پیش کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا اپنا من گھڑت دین اس حوالے سے کیا رہنمائی کرتا ہے۔ یہ وہ دین ہے جس میں اقدار ہیں نہ اخلاقیات نام کی کوئی چیز، اس کا مقصد استعمار کے مقبوضہ ملکوں کی عوام کو غلام بنانا، ان کا استحصال، ان کے حقوق چھیننے کے واسطے بھی نہیں۔ یہ عالمی ادارہ کبھی بھی خود مختار فیصلے نہیں کر سکتا الا یہ کہ اس کے تمام ارکان کو مساوی حقوق حاصل ہو جائیں اور یہ تب ہو سکتا ہے جب ویٹو کا حق ختم کر دیا جائے۔ اور اگر ایسا ہو ابھی تو تمام ایٹمی ممالک اس کی رکیت سے نکل جائیں گے اور یہ ادارہ برائے نام ہی رہ جائے گا کیوں کہ ہر وہ معاہدہ جس میں ان کے ترقی یافتہ ایٹمی ممالک کو امتیاز حاصل نہ ہو، یہ ممالک کبھی بھی اس کا حصہ نہیں بن سکتے۔

رکھنے کا اعلان کیا۔ کچھ دن بعد فرانس نے اپنے فیصلے سے رجوع اور برطانیہ نے خاموشی اختیار کر لی، مگر امریکہ اپنے فیصلے پر قائم رہا۔ وہی امریکی جو متعصب مجرمین کی اولاد، اوباش، انسانی خون کے تاجر، دنیا کے امن کو اپنے کیمیاوی ہتھیاروں اور بموں سے سبوتاژ کرنے والے وحشی درندے ہیں۔ اس پالیسی نے ان کے نام نہاد آزادی، انصاف، مساوات اور انسانی حقوق کے تمام نعرے خاک میں ملا کر اپنی حقیقت دنیا کو آشکارا کر دی۔ اسی بنا پر ہم ان کی طرز زندگی، ان کی تہذیب کے خلاف برسر پیکار ہیں تاکہ یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز آجائیں۔ اس فیصلے کے نتیجے میں تمام مسلمان اہل غرہ کے ساتھ کھڑے ہو گئے، سوائے معدودے چند یہود نوآز سیاسی اور صحافی افراد کے جن کا اوڑھنا بچھونا ہی مغرب کی کاسہ لیس ہے۔

۷ اکتوبر کے معرکے میں مجاہدین کا اہم ہدف فلسطینی قیدیوں کو اسرائیلی جیلوں سے نکالنا تھا، میڈیا پر اس کارروائی کے (اہداف، عارضی جنگ بندی اور تباہی کے پیمانے) کے صحیح سے غلط ہونے کی پوری بحث سے قطع نظر اس کا نتیجہ مجاہدین کے حق میں نکلا، خصوصاً دنیا پر مجاہدین کی جنگی اخلاقیات کی پاسداری کا سکہ بیٹھ گیا۔ اس کے بعد دشمن اپنے حلیفوں کے اصرار پر مجاہدین کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھنے پر مجبور ہو گیا اور اس مرحلے کا اختتام اس بات پر ہوا

جنگ کی اسڑیٹیجی میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں، مگر مرحلہ وار اہداف میں ضروری ہے کہ اس حوالے سے خوب سوچ بچار اور غور و خوض سے کام لیا جائے، اس لیے اس باب میں بہتر مشورہ دینا اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہوئے کہتا ہوں کہ مکمل فلسطین کی آزادی کے لیے اہداف متعین کیے جائیں نہ کہ اضافی اور مقاصد حقیقی سے ہٹ کر دیگر امور کو زیرِ نظر رکھا جائے۔ کیونکہ صہیونی دشمن کی مکاری، غدروختی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ یہ دشمن صرف قوت اور طاقت کی زبان سمجھتا ہے، یہ اپنے سے طاقتور قوت کے سامنے جھکتا ہے اور بس۔ باقی ۷ اکتوبر کے تمام کارنامے بلا اختلاف محمود اور مطلوب تھے، ہیں اور رہیں گے۔ جہاں تک مجاہدین کی استطاعت تھی، انہوں نے بے دریغ قربانی دی۔ اللہ کے یہاں بھی اپنی استطاعت سے بڑھ کر کچھ نہ کرنے پر معذور و مایوس ہیں، انہوں نے اقصیٰ کی حفاظت میں بالکل بھی سستی و لاپرواہی نہیں دکھائی، ہم اس کی گواہی دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیاں، شہادتیں اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر اس کا بہترین نعم البدل عطا فرمائے۔ مجھے امید ہے کہ ان کی تمام تر کارروائیاں جنگی اخلاقیات کے دائرے میں اور فلسطین کی حقیقی آزادی کے لیے سنگِ میل ثابت ہوں گی۔

کہ مکمل جنگ بندی، فلسطینی قیدیوں کی رہائی اور مسجد اقصیٰ سے متعلق آئے روز ہونے والے بے حرمتی کے خاتمے تک مجاہدین کے ہاتھوں قید کسی بھی اسرائیلی کوربان نہیں کیا جائے گا۔

جہاں تک تباہی کی بات ہے تو اس حوالے سے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ آئے روز کی ذلت، موت کے خوف اور دین کے متعلق دل آزاری کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اور ایک باکرامت قوم کے صبر کا پیمانہ حق کی راہ میں برداشت کی جانے والی تباہی کے حجم سے بدرجہا بلند ہوتا ہے۔

مجاہدین بارہا اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ اس جھگڑے کا حل مذاکرات ہیں نہ کہ عسکری کارروائیاں، کیا مجاہدین اپنے اس مطالبے میں کامیاب ہو سکیں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہودی قوم تحریف شدہ تورات کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ عرب خصوصاً اہل فلسطین کو ختم کرنے، ان کو نیست و نابود کرنے کو اپنا فرض منصبی سمجھتی ہے، یہودی عوام اپنی حکومت کے ساتھ اہل غزہ کی تباہی میں برابر کے شریک ہیں، جیسا کہ امریکی کانگریس کے رکن



خبیث لینڈسی گراہم نے کہا: ”یہ مذہب اور عقیدے کی جنگ ہے“۔ نیتن یاہو کی حکومت ختم کرنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آئندہ حکومت مسلمانوں کی خیر خواہ ہوگی۔ کیونکہ یہودی کی پوری تاریخ و وحشت و درندگی سے عبارت ہے۔ تاریخ میں ایسی کون سی یہودی حکومت رہی ہے جو مسلمانوں کی ہمدرد اور خیر خواہ تھی؟



بائیڈن کی نیتن یاہو سے ناراضگی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ صہیونیت کے خلاف ہے کیونکہ وہ تو ان کا فرمانبردار، ان کے مفادات کا پاسدار اور ان کا غلام ابن غلام ہے، ذاتی اختلافات اس حوالے سے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ نیتن یاہو ان کے لیے اب ایک ناکارہ جوتے کی مانند ہے جس سے استفادہ ممکن

نہیں۔ اب یہ چاہتے ہیں کہ اس پر جنگ چھیڑنے کا الزام لگا کر جان چھڑالیں کیونکہ نیتن یاہو اس جنگ میں بری طرح ناکام ہوا ہے، اپنے قیدیوں کو نکالنے میں ناکامی، فلسطینی قیدیوں سے انسانیت سوز سلوک، غزہ میں وحشت و بربریت کا انتہا کو پہنچنا جس کی وجہ سے اس نے اپنے آپ اور اپنے آقاؤں کو اپنی عوام کے سامنے شرمندہ کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ اگر اس جنگ کا ہدف اپنے قیدیوں کو رہا کرنا ہے تو پھر اتنے بڑے پیانے پر بمباریاں، ہلاکتیں، اس سب کے باوجود یہودی اپنے اہداف میں کامیاب ہو سکے ہیں؟ کیا وہ مزعومہ کامیابی حاصل کر پائے جو حقیقت میں انسانیت کے ماتھے پر بد نما داغ ہے؟ کیا فلسطینیوں کی نسل کشی سے مستقبل میں خطہ پُر امن رہ سکتا ہے؟ کیا اس ظلم کے نتیجے میں مسلمان صہیونی یہودی وائرس کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے منظم، ہمہ جہت اور فیصلہ کن تیاریاں نہیں کریں گے؟

درج بالا اور دیگر بہت سے سوالات ہیں جو آئندہ حالات کا نقشہ پیش کرتے ہیں کہ سرزمین انبیاء (مشرق وسطیٰ) میں یہود کو ختم کیے بغیر امن قائم نہیں ہو سکتا، یہ ایک اٹل فیصلہ ہے۔ اس حوالے سے مسلمان یہود اور عیسائی، تمام ادیان ساویہ کے ماننے والے اس فیصلہ کن مرحلہ کو اپنے عقیدے کا حصہ گردانتے ہیں۔ آج جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ مستقبل کی جنگوں کا پیش خیمہ ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”پھر ہم نے تمہیں یہ موقع دیا کہ تم پلٹ کر ان پر غالب آؤ، اور تمہارے مال و دولت اور اولاد میں اضافہ کیا، اور تمہاری نفری پہلے سے زیادہ بڑھا دی۔ اگر تم اچھے کام کرو گے تو اپنے ہی فائدے کے لیے کرو گے، اور برے کام کرو گے تو بھی وہ تمہارے لیے ہی برا ہو گا۔ چنانچہ جب دوسرے واقعے کی میعاد آئی (تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دیا) تاکہ وہ تمہارے چہروں کو بگاڑ ڈالیں، اور تاکہ وہ مسجد میں اسی طرح داخل ہوں جیسے پہلے لوگ داخل ہوئے تھے، اور جس جس چیز پر ان کا زور چلے، اس کو تمہیں نہس کر کے رکھ دیں۔“

(الاسراء: 6-7)

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح الجامع میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم یہود لا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقَاتِلُوا الْيَهُودَ حَتَّى يَقُولَ الْحَجَرُ وَرَاءَهُ الْيَهُودِيُّ يَا مُسْلِمُ هَذَا يَهُودِيٌّ وَرَائِي فَأَقْتُلْهُ۔“

اے مسلم! میری اوٹ میں یہودی چھپا ہے، اسے قتل کر ڈالو۔“

عالمی صہیونی تحریک کے حوالے سے خوب جان لیں کہ وہ جنگ، قتل اور اپنے دشمنوں کو تہ تیغ کرنے سے کبھی بھی نہ رکیں گے یہاں تک کہ انہیں اپنا باج گزار غلام نہ بنالیں۔ آج اگر غزہ کی باری ہے جسے مسلم حکمرانوں نے اکیلا بے سر و سامان دشمن کے مقابل چھوڑ دیا ہے تو کل دیگر خطوں کی باری ہوگی۔ اس موقع پر ہمارے کرنے کا کام یہ ہے کہ دشمن کے مقابلے میں مختلف محاذ کھول دیں تاکہ ان کی توانائیاں منتشر ہو کر ضائع ہو جائیں اور انہیں ایک گور یا جنگ

میں پھنسا دیں۔ نہ یہ کہ ہم پر یہ مقولہ ثابت ہو: ”میں بھی اسی دن درحقیقت اسی دن مارا گیا تھا جس دن میرا بھائی مارا گیا۔“

جو لوگ حکمت اور مصلحت کے نعرے لگا رہے ہیں، وہ اپنے گھروں تک جنگ کے شعلے پہنچنے کے منتظر ہیں، یقیناً وہ خسارے میں ہیں۔ باقی رہے ہمارے حکمران تو ان کا انجام دنیا اور آخرت دونوں میں بد سے بدترین ہو گا۔

اظہارِ حقیقت کا حوصلہ کس میں ہے؟

متعصب صہیونی حکومت نے دونوں اطراف سے رہائی پانے والے قیدیوں اور ان کے اہل خانہ کے نشریاتی اداروں کو دیے گئے بیانات اور انٹرویو شائع کرنے پر پابندی لگائی ہوئی ہے۔ لیکن مجاہدین کے اہل خانہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی پر تقریبات بھی منائیں اور کھل کر ذرائع ابلاغ کو اپنے اوپر روا رکھے جانے والے غیر انسانی سلوک کا ذکر بھی کیا۔ رشتہ داروں کی رہائی پر اہل خانہ نے مجاہدین کا شکریہ ادا کیا۔ دوسری جانب یہودی قیدیوں کے اہل خانہ نے تقریبات منائی نہ ہی ذرائع ابلاغ کو بیانات دیے، کیونکہ انہیں ہمارے اخلاق اور حسن سلوک سے ڈر لگتا ہے۔ ہم صہیونی حکومت کو چیخ کر کہتے ہیں کہ وہ رہا ہونے والے اپنے یہودیوں کو کھل کر میڈیا پر آنے دیں تاکہ دودھ کا دودھ، پانی کا پانی ہو جائے اور تمام عالم کو حق و باطل کا پتہ چل جائے۔

اس کے باوجود یہودی دجالی میڈیا نے دھڑلے سے قیدیوں کی وکالت کرتے ہوئے، یہودی عورتوں کی ۷ اکتوبر کو مجاہدین کے ہاتھوں عصمت دری کی بے بنیاد خبریں نشر کیں۔ اس طوفانی یلغار میں جب مجاہدین اپنے رب سے فتح یا شہادت کی دعائیں مانگ رہے تھے اور ایک گھمسان کی جنگ کا نظارہ پوری دنیا نے دیکھا۔ کیا ایسے میں ممکن ہے کہ مجاہدین عورتوں کی عصمت دری کے متعلق سوچ سکیں؟

سوشل میڈیا اور خود صہیونی چینلز پر ہونے والے پروگرام اور مباحثوں میں خود یہودیوں نے اپنے مکروہ چہرے سے نقاب اتار دیا ہے۔ مزید برآں آزاد سوشل میڈیا اور مسلمانانِ عالم نے اپنے اپنے حلقہ احباب اور ذرائع ابلاغ میں جلتی پر تیل کا کام کیا، جو آنے والے دنوں میں یہودیوں کے لیے وبالِ جان اور مسلمانوں کو مسجدِ اقصیٰ کی حفاظت کے لیے

مہینہ فراہم کرے گا۔ اس پورے سرکل نے عالمی میڈیا کو بھی صہیونیوں کے خلاف کر دیا۔ صہیونیوں نے اپنے کالے کر تو توتوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ انسانی جسم میں ایک ناسور کی مانند ہیں جس کا قلع قمع کرنا اور صفحہ ہستی سے مٹانا از حد ضروری ہے۔ ہٹلر نے جو کچھ بھی ان کے ساتھ کیا آج اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ان کے خبیث باطن اور بد کرداری سے باخبر تھا، کاش کہ وہ ان کی جڑ ہی کاٹ ڈالتا۔

نازی جرمنی اور ہٹلر کی جانب سے صہیونیوں پر روا رکھے جانے والے سلوک بلکہ پوری تاریخ انسانی میں جو تعامل ان کے ساتھ ہوا یہ لوگ بالکل اس کے مستحق تھے بلکہ اس سے زیادہ کے۔ آج صہیونی ریاستوں (امریکہ، برطانیہ، فرانس، اٹلی، جرمنی) نے اپنے مظالم اور شر مناک کردار سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ انسان نماد ندے ہیں جو دوسرے کے خون کے پیاسے اور غیروں کے وسائل پر قابض ہیں۔ پوری دنیا پر قبضہ کر کے ان کے دنیا اور دین کو تباہ کر دیا۔ یہ قوتیں اپنی امداد بھی اپنے مقاصد جیسے مقبوضہ ملکوں کی عوام کو غلام اور اپنا دست نگر بنانے، ان کے وسائل کو ہڑپ کرنے، ان کی تہذیب و تمدن کو تہ و بالا کرنے، الحاد و بے حیائی کو فروغ دینے، معاشرے کو مادر پدر آزاد بنانے کے لیے دیتی ہیں۔ جان لیجیے کہ یہ صہیونی طاقتیں جسمانی اور روحانی ہر اعتبار سے انسانیت کی قاتل ہیں۔ اس (صہیونی) گروہ میں شامل ہونے کے لیے یہودی ہونا ضروری نہیں، کیونکہ صہیونیت ایک عالمگیر سوچ اور فکر کا نام ہے، جس میں بائبل جیسے یورپی و امریکی اور دیگر بین الاقوامی احمق شامل ہو سکتے ہیں۔

مجاہدین اسلام نے اپنی حقیقت اور حقانیت پوری دنیا کو آشکارا کر دی ہے اور ان سے متعلق پھیلائے گئے تمام شکوک و شبہات ریت کا ڈھیر ثابت ہوئے ہیں۔ مجاہدین نے اپنے اور امت مسلمہ کے مابین بوئے گئے نفرت کے بیج جڑ سے اکھاڑ پھینک دیے ہیں۔ کتنے ہی قیدی مجاہدین کے ہاتھوں ان کے حسن سلوک کے سبب اسلام قبول کر چکے ہیں۔ باقی رہا صہیونیوں کا معاملہ تو یہ فقط آج جھوٹے دجال اور فریب کار کے مترادف ٹھہر چکا ہے۔ یہ ہے اس پورے معاملے کا نچوڑ اور لب لباب! ہم مسلمان پورے عالم کی ہدایت، امن اور سلامتی کے خواہاں ہیں اور یہ امتیاز پوری تاریخ انسانی میں سوائے مسلمانوں کے اور کسی کے پاس نہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کا مقصد اصلی اللہ کی رضا ہوتی ہے، اسی لیے ہم آج کل کے رائج مفادات اور مصلحتوں کو نظر انداز کر کے انسان اور انسانیت کے خیر خواہ ہیں۔

الحنین

الحنین ایک ایسا لفظ ہے جو بچپن، ۷ سال سے کم عمری کی طرف لے جاتا ہے، اپنی بنیاد کی طرف، خوابوں کی دنیا کی طرف، جہاں آوازیں رنگوں میں بدل جاتی ہیں، جہاں مناظر خوشنما اور دلکش ہوں، جہاں ہوائیں معطر ہوں، ایسی دنیا جہاں پریشانی کا گزر نہ ہو، جہاں تمام تر سوچیں بچپن کی حسین یادوں تک ہی محدود ہوں، جہاں ہر واقعہ سے متعلق الفاظ ہمارے دل پر نقش ہو جاتے ہوں، جہاں کے مشاہدے وقت گزرنے پر ختم اور مٹتے نہ ہو، جب بھی ہمیں اکیلا پن اور دل بوجھل ہونے کا احساس ہو تو ان کا استحضار ہو، ان مشاہدات کے ذریعہ ہی ہم اپنی مشکلات پر قابو پائیں۔

اس پس منظر میں نو نہالانِ غرہ کے دلوں پر کیا نقش ہو رہا ہے؟ مستقبل میں وہ ان مناظر کو کس طرح یاد کریں گے؟ کیسے اور کیوں ان کے ہاتھوں پیروں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا؟ کیسے انہوں نے اپنی آنکھیں اور انگلیاں گنوائیں؟ کیسے وہ اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں سے جدا کیے گئے؟ کیسے اور کیوں انہیں اپنے دوستوں، ہمسایوں، گھر اور اسکول سے ہاتھ دھونا پڑے؟

یقیناً ان کے چہرے خون سے لت پت ہوئے، ان کے پھول جیسے نازک جسموں کو زخموں سے چور چور کیا گیا..... یہ کیسی یادیں ہیں جو ان کے دلوں پر نقش ہوئیں.....؟ اور جوانی کو بچنے پر انہیں کیا یاد دلائیں گی.....؟ کیا اپنے غم تازہ کرنے کے لیے ان یادوں کو دہرائیں گے؟ یا پھر اپنے دشمن سے انتقام کے واسطے ان واقعات اور مظالم کو یاد کریں گے.....؟

یہ غزہ ہے: اپنوں کی خیانتوں سے چور پیکرِ صبر

اے میری محبوب سرزمین فلسطین! تو اس وقت سے میرے دل میں بسی ہے جب میں اسکول میں زیرِ تعلیم ایک چھوٹا سا بچہ تھا اور تجھے بھیجی جانے والی سرمائی امداد کے لیے کوپن خریدتا تھا۔ اپنے پڑوس میں رہنے والے اس فلسطینی کے خدوخال بھی میرے ذہن سے اوجھل نہیں ہوتے جو کئی کئی بار غائب ہو جاتا پھر ایسے حال میں لوٹتا کہ زخموں پر پٹیاں ہوتیں اور ٹوٹی ہڈیوں پر پلستر چڑھا ہوتا۔ میں تجھے بھول بھی کیسے سکتا ہوں، میں مصر کا فرزند ہوں اور تو میری زمین کی ماں جانی ہے۔ اے اہل صبر کی آماجگاہ! تیری محبت تو مجھے گھٹی میں ملی ہے اور میں اس نسل کا ایک فرد ہوں جو تیری آزادی اور تیرے دین کی نصرت کی خاطر جیتی ہے۔ میرے بچپن کے کوپن خریدنے کے وقت سے تاحال بچپن برس بیت چکے ہیں، لیکن تو اب بھی اجر کی امید لیے صبر کا دامن تھامے ہوئے ہے۔

زندگی کے تجربات نے ہمیں سکھایا ہے کہ جرأت مندانہ فیصلہ حکمت کے لوازم میں سے ہے، اور بردباری کے لوازمات میں غضب ناک ہونا بھی شامل ہے، سخت سزا دینا بھی رحم دلی ہی کا ایک پہلو ہے، ہوشیاری بہادری کا ایک تقاضا ہے، سیاست کا ایک حصہ چال بازی ہے، نیز غالب آنے کے لیے دشمن کا خوب خون بہانا ضروری ہے، لیکن فتح پا لینے کے لوازمات میں سے ایک معاف کرنا ہے، اس ترتیب سے ہماری جنگ شروع ہو کر اختتام پذیر ہوتی ہے۔

حق و باطل کی معاصر کشمکش میں امتِ مسلمہ ایک اہم ترین تاریخی موڑ سے گزر رہی ہے، اگر امت اس سے بخوبی فائدہ اٹھالے تو یہ اس کے لیے اہم اور مفید ثابت ہوگا، اس عیسوی صدی کے آغاز میں اللہ جل جلالہ نے امریکہ اور یہود کے ساتھ نبرد آزما اپنے مجاہد بندوں کو توفیق دی اور انہوں نے اس دشمن پر بڑی کاری اور بھاری ضرب لگائی، جس سے اس کی داخلی کمزوری اور خارجہ پالیسی کی حماقت طشت از بام ہو گئی۔

ہتھیاروں اور ٹیکنالوجی کے واضح فرق کے باوجود مجاہدین نے گوریلا جنگ کے اصولوں کو استعمال کیا اور دشمن کی قوت اور عسکری و ٹیکنالوجی کی برتری کو اسی کے خلاف استعمال کر ڈالا اور آج امت کے بیٹوں کو یہ موقع میسر ہے کہ وہ جنگ کو اگلے مرحلے میں منتقل کر دیں۔ نوے کی دہائی کے شروع میں امریکیوں کو صومالیہ سے ذلیل و خوار کر کے

یہ غزہ ہے: اپنوں کی خیانتوں سے چور پیکر صبر

نکالا گیا تھا، چند سال قبل وہاں دوبارہ یہ تاریخ دہرائی گئی ہے، دو سال قبل افغانستان سے بھی اسے دم دبا کر بھاگنے پر مجبور کیا گیا، نیز صہیونی دشمن کی کمزوری بھی طوفان الاقصیٰ کی کارروائی میں واضح ہوئی ہے۔ یہ مبارک کارروائی نائن ایون کے بعد اب تک کی سب سے شاندار کارروائی ہے۔ اس میں ایک خوبصورت پہلو یہ بھی ہے کہ جامعۃ الازہر نے امریکیوں پر مجاہدین کی برتری کی گواہی دی ہے، اس بیان پر القاعدہ کے نشریاتی پمفلٹ ’النفر‘ میں تبصرہ بھی کیا گیا ہے، اور ہم ازہر شریف سے کہتے ہیں کہ اب وقت آگیا ہے کہ تم نظام کی بیڑیاں اور طوق توڑ ڈالو، انقلاب کے رستے پر گامزن ہو جاؤ اور اپنا وہ تاریخی کردار ادا کرو جس کے ہم سب بے چینی سے منتظر ہیں۔

اب ہم لوٹ کر ارضِ عزت غزہ کی صورت حال کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیتے ہیں:

دشمن کے زاویے سے

امریکہ نے فلسطین پر قابض صہیونیوں کو ایک ہاتھ سے دس ارب ڈالر سے زیادہ کی امداد دی اور دوسرے ہاتھ سے اسے ہر طرح کا اسلحہ فراہم کیا اور ہر طرح کے بم اور بین الاقوامی سطح پر ممنوع میزائل فراہم کیے، تاکہ غزہ کے نہتے مسلمانوں پر انہیں برسائے۔ بلکہ امریکہ نے بے شرمی کی ساری حدیں پھلانگتے ہوئے اپنے بحری بیڑے اور افغان سرزمین پر شکست کھانے والی اپنی سپیشل فورسز کے دو ہزار فوجی بھی یہاں بھیجے۔ امریکہ کے فوجی جرنیلوں کے جنگی جرائم صرف غزہ کے نہتے عوام تک محدود نہیں، بلکہ پوری انسانیت ان کی درندگی کا نشانہ بن چکی ہے۔ یہ طرزِ عمل انسانی جانوں اور املاک کے خلاف ایک کھلی زیادتی ہے۔ یہ غزہ میں کوئی عسکری ہدف نہیں دکھاسکتے اور نہ اس قتل و وحشت کا کوئی جواز گھر سکتے ہیں، البتہ تحریفات کا شکار ان کی آسمانی کتاب تورات کی کتاب ”متثنیہ، باب: ۲۰“ میں اس بے جواز قتل و غارت کا جواز موجود ہے۔

”صلح ان کے نزدیک غلام بنانے اور کام میں لانے کے مترادف ہے، اور اگر یہ دشمن سے لڑیں اور غالب آئیں تو تمام مردوں کو تلوار سے قتل کر دیں اور جو کچھ زمین پر ہو عورتیں، بچے اور مویشی انہیں بطور غنیمت لے کر استعمال میں لائیں۔ یہ قانون دور کے شہروں (کے باسیوں) کے

لیے ہے، البتہ سرزمین انبیاء (مشرق وسطیٰ) میں دشمن کا حکم یہ ہے کہ ان کا اجتماعی قتل کیا جائے۔“

آگے چل کر اسی تحریف شدہ باب کے الفاظ ہیں:

”رہے ان قوموں کے علاقے جو تیرا معبود رب تجھے بخش دے تو کسی جاندار کو زندہ مت چھوڑ، بلکہ اسے حرام (وتاہ) کر کے رکھ دے۔“

قوموں سے مراد حتی، اموری، کنعانی، فریسی، حوی اور یوسی ہیں۔

تورات کی اس نص سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کے لیے عسکری اہداف کی کوئی خاص اہمیت نہیں، کیونکہ اصل ہدف تو انسان ہیں، دنیا بھر کے یہودیوں اور صلیبیوں کا یہی وطیرہ ہے، کیونکہ ان کا اصل دستور اقوام متحدہ کا بین الاقوامی قانون نہیں، بلکہ عہد نامہ عتیق تورات ان کا اصل دستور ہے، اور انسانی حقوق کے بارے میں ان کی چکنی چپڑی باتیں بغیر معنی کے صرف الفاظ کی جگالی ہیں۔

بین الاقوامی قانون صرف کمزوروں، لاچاروں اور قابو میں آئے ہوئے لوگوں کے لیے ہے، مقبوضہ فلسطین کی امریکی ریاست کے صہیونی حکمرانوں نے کبھی اس قانون کی پرواہ نہیں کی۔ اسرائیل پچھلے پچھتر سال سے فلسطین پر قابض ہے، عرصہ بیس سال سے غزہ اور مغربی کنارے کا محاصرہ کیے ہوئے ہے، فلسطینی زمین پر ناجائز نو آبادیاں بنانے سے ایک دن کے لیے بھی نہیں رکا، تاریخ کا بدترین نسلی امتیاز کا نظام لاگو کر رکھا ہے، قتل و گرفتار کرنے اور مکانات گرا کر زمین ہتھیانے کی منظم مہمات چلاتا ہے، وہاں بسنے والے انسانوں، تمام انسانوں، پر پانی، کھانا، ایندھن اور تمام ضروریات زندگی کو بند کر رکھا ہے۔ یہ اسی اجتماعی قتل اور نسل کشی کی عملی تطبیق ہے جس کا حکم تحریف شدہ تورات میں ہے۔ یہ سبھی بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی ہے، لیکن بین الاقوامی قانون نے حق دار کو اس کا حق دلانے یا اس کا معاوضہ دلوانے میں کب کوئی بھی کردار ادا کیا؟ اس سب کے بعد متعصب صلیبی یورپ کہتا ہے کہ یہود کو اپنے

یہ غزہ ہے: اپنوں کی خیانتوں سے چور پیکر صبر

دفاع کا حق حاصل ہے؟ اس بد بخت ظالم کو مظلوم کیسے کہا جاسکتا ہے؟ ہٹلر نے بڑی غلطی کی جو صرف چند سو یہودیوں کو مارا، یہ تو نسل کشی کے مستحق ہیں، اور ان شاء اللہ یہی ان کا انجام ہو گا اور ان پر کوئی رونے والا بھی نہ ہو گا۔

غزہ کی صورت حال پکار پکار کر بتا رہی ہے کہ یہ یہود اپنے فرسودہ عقائد پر جمے ہوئے ہیں اور تمام انسانیت سے نفرت کرتے ہیں۔ ان کے جرائم کے انکار کے لیے تو اب بودی سے بودی تاویل بھی نہیں بچی۔ کیونکہ موبائل فون نے ہر فرد کوئی وی چینل بنا دیا ہے جو ایسے دل دہلا دینے والے حقائق کو نشر کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کتنے چینل بھی ان مظالم کو براہ راست نشر کر رہے ہیں۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہود بھی اپنے جرائم چھپانا نہیں چاہتے (ورنہ کلیدی خبر رساں ادارے انہی کی ملکیت ہیں) بلکہ ان کے ذریعے پوری دنیا کو ڈرانا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ یہود اور امریکہ اس بات کو نظر انداز کر رہے ہیں کہ وہ غزہ نامی بڑے سے شہر میں نہتے، کمزور اور محاصرے میں آئے لوگوں کا قتل عام کر رہے ہیں (اور اسے اپنی بہادری کی معراج کہہ رہے ہیں) لیکن اس دن کو بھول رہے ہیں جب افغانستان نامی ملک میں ان کے سارے حربے بے کار گئے اور ذلت و رسوائی ان کا مقدر ٹھہری۔ تو کیا یہ افغانی مسلمانوں کا بدلہ غزہ کے مسلمانوں سے لے رہے ہیں؟ باؤلی بمباری والی اس جنگ کی بابت کچھ اور سوالات بھی سراٹھاتے ہیں:

- کیا تم غزہ کی حکومت (حماس) کو گرانے میں کامیاب ہو گئے؟ نہیں!
- کیا تم نے اپنے قیدی چھڑا لیے؟ نہیں!
- کیا تمہارے لیے وہاں اپنی وفادار حکومت قائم کرنا ممکن ہے؟ نہیں!
- کیا تم نے حماس کا نام و نشان مٹا دیا؟ نہیں!
- کیا تم نے افغانستان کے تجربے سے کچھ سیکھا؟ نہیں!
- کیا تم اپنے روندے گئے غرور کو واپس لانے میں کامیاب ہو گئے؟ نہیں!
- کیا تم نے اپنی ناقص عقل سے یہ معلوم کر لیا کہ اب صورت حال بدل چکی ہے اور دوبارہ پہلے کے جیسی (تمہارے حق میں) نہیں ہو سکتی؟ نہیں!
- اچھا! اب تم کیا کرو گے؟ افغانستان میں پڑنے والی مار کچھ زیادہ پرانی تو نہیں!

یہ غزہ ہے: اپنوں کی خیانتوں سے چور پیکر صبر

تمہارے سارے اندازے غلط ثابت ہوں گے، ساری کوششیں رائیگاں جائیں گی، محاصرے اور بمباری سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔ نہ غزہ کو تنہا کیا جاسکتا ہے اور نہ وہاں کے باسیوں کو جلاوطن کیا جاسکتا ہے۔ زمانہ تمہارے لیے عار لکھے گا اور تاریخ گواہی دے گی کہ سنگ دل لوگوں کے ہاتھ جب اسلحہ لگا تو انہوں نے اپنے پڑوسیوں کے وسائل لوٹنے کے لیے انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ دنیا کی تمام قوموں، ملتوں اور نسلوں پر لازم ہے کہ وہ امریکہ اور یہود کے خلاف پوری دنیا میں ہر محاذ پر ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے خود کو تیار کریں، اور بغیر کسی حد بندی کے ہر طرح کا اسلحہ جمع کریں، اور اس اسلحے کو بلا جھجک استعمال کرنے کی جرات بھی ان میں ہونی چاہیے، ورنہ پھر یہود اور امریکہ کے کوڑوں کے لیے اپنی پیٹھ تیار رکھیں۔

اہل غزہ اور مجاہدین کے زاویے سے

سات اکتوبر کے کارنامے پر ہمیں کما حقہ سوچ بچار کرنی چاہیے کہ کیسے فاسد صہیونی حکومت کے تمام ادارے لرزہ بر اندام ہو گئے۔ قابض فوج کے عسکری ادارے کی بات کریں تو جنوب کی پوری بریگیڈ تباہ ہو گئی اور کئی افسران اور سپاہیوں کو مجاہدین نے قید کیا۔ حقیقی نقصان کا تاحال اعلان نہیں کیا گیا۔ انٹیلی جنس ادارے کو بھی اپنی تاریخ کی بدترین ضرب لگی، کنکریٹ کی دیواروں اور برقی رکاوٹوں کو مجاہدین نے عبور کر لیا۔ یہودی آبادکار بھی اپنی حفاظت نہ کر سکے، رہاسیاسی ادارہ تو وہ ایک ایسی داخلی جنگ میں الجھ گیا ہے جس سے تاحال نکل نہیں سکا۔ چنانچہ امریکہ نے فلسطین میں جنگ کو منظم کرنے کے لیے خود ہنگامی مداخلت کر ڈالی۔ اگر امریکہ کی یہ ظالمانہ مداخلت نہ ہوتی تو حالات ایک دوسرا رخ اختیار کرتے جس سے پھر صہیونی نمٹ نہ سکتے اور انجام کار پورے خطے کا نقشہ بدل جاتا۔ اب بھی محض اللہ کی مدد سے عنقریب یہ نقشہ بدلے گا۔

یہ غزہ ہے: اپنوں کی خیانتوں سے چور پیکر صبر

یہ قتل عام (اسے جنگ نہ کہیں) چوتھے ہفتے میں داخل ہو چکا ہے، دشمن کی زمینی افواج حرکت میں آگئی ہیں تو غنقریب کون سی تبدیلی آنے والی ہے؟

ہم سب کو پیکر صبر غزہ سے سیکھنے کی ضرورت ہے۔ انسانیت کے دشمن صہیونی درندوں کو یومیہ بنیادوں پر جو سبق غزہ سکھا رہا ہے ہمیں ان پر غور کرنا چاہیے۔ ایک غیرت مند قوم ایسی ہی ہوتی ہے۔ اپنے دشمن کا ترنوالہ نہیں بنتی۔ غزہ کا صبر اور ثابت قدمی دیکھیں! یہ قوم ناقابل شکست ہے، بمباری، تباہی اور مقتولین کے ہوش اڑا دینے والے اعداد و شمار نے ان کا کچھ نہیں بگاڑا اور دشمن کو فتح نہیں دلائی۔ مجاہدین کے فیصلوں کو پھلانگ کر حملہ آور ہونے کے وقت سے ہی صلیبی صہیونی ٹولہ اس جنگ کو ہار چکا ہے۔ اے دشمنو! تم ناکام ہو چکے ہو! پچھتر سال کا ظلم و ستم جب اہل اسلام کے ارادہ جنگ کو نہیں توڑ سکا تو یہ چند ہفتوں کی (اور بوقت ترجمہ تقریباً دو سال کی) بمباری کیسے اسے توڑ سکے گی؟ گو اس بدترین بمباری کی مثال پیش کرنے سے تاریخ کے صفحات قاصر ہیں! کیا روزانہ حملہ کر کے بھاگ جانے کی کارروائیوں میں تمہیں کچھ کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے یا ہمیشہ ناکام و نامراد بھاگنے پر مجبور ہوتے ہو؟ کیا تم اہل اسلام کے میزائلوں کو اپنی زمین کے عین بیچ میں گرنے سے روکنے میں کامیاب ہوئے؟ کیا تمہاری بکتر بندیں الیاسین ۱۰۵ کی ضربوں سے بیچ نکلیں؟ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر تمہارے ٹینکوں پر دن دھاڑے بارودی سرنگیں نصب کرتے سرفروشوں نے کیا تمہیں دہشت زدہ نہیں کر دیا؟ ابھی تم نے کچھ نہیں دیکھا، وقت دور نہیں جب امت کے بیٹے اٹھ کھڑے ہوں گے اور تمہیں اور تمہارے مفادات کو ہر جگہ نشانہ بنائیں گے۔

تمہارا پروپیگنڈہ ناکام ہو چکا، اب ہماری دعوت شروع ہوگی۔ سات اکتوبر کا حملہ اپنے عسکری اہداف کو حاصل کر چکا اور اس کے سیاسی اہداف حاصل ہونے کا ابھی انتظار ہے۔ لیکن ان بنیادی اہداف کے ساتھ مزید کچھ اور اہداف بھی حاصل ہو رہے ہیں۔ اس مبارک حملے سے یہودی خود ساختہ مظلومیت کا پول کھل گیا اور ساری دنیائے دیکھ لیا کہ وہ مظلوم نہیں، بلکہ نسل پرست اور اعصاب زدہ درندے ہیں۔ اسی طرح مغرب (امریکہ اور اس کے تابع مہمل یورپ) کے انسانی حقوق، عالمی معاشرے اور برادری کے نعروں کی قلمی بھی اتر گئی اور ان کی شرمناک نسل پرستی،

”بوقت تحریر۔ (ادارہ)

طبقائی نظام، فساد اور یہود کی رسوا کن طرف داری کھل کر سامنے آ گئی۔ فی زمانہ ان کی نظر میں صرف یہود، پروٹسٹنٹ اور کیتھولک عیسائی ہی انسان ہیں۔ باقی سب کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ تقدیس انسانیت کے فریبی نعروں کے بالکل برعکس بقیہ انسانیت ان کے لیے محض اپنی مقصد بر آری کا ایک آلہ ہے اور بس۔ اپنی پہچان سے دستبردار جاپان اور بت پرست بھارت چین کا راستہ روکنے کا ذریعہ ہیں، تائیوان بحیرہ چین میں واقع ایک دوسرا اسرائیل ہے جو مغرب کی سافٹ پاور (Soft Power) کے نفوذ کی آسانی کے لیے ایک پل کا کام کر رہا ہے، جنوبی کوریا، شمالی کوریا کو بہکانے اور پھسلانے کا آلہ ہے، آسٹریلیا جنوب مشرقی ایشیا کے اسلامی جزیروں پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کا ایک اڈہ ہے، بقیہ حلیف بھی ایسے ہی کسی مفاد کی وجہ سے ہیں۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے یہ پروپیگنڈے اب بھی اس کرہ ارض پر جاری اور موثر رہیں گے؟ ٹیکنالوجی نے ہر چیز کو ہر جگہ پھیلا دیا ہے۔ آج کے بعد تو کوئی تمہاری بات سننے پر بھی تیار نہ ہو گا، چہ جائیکہ وہ دھوکے میں آکر تمہیں کچھ دے۔ ٹیکنالوجی ایک عالمگیر انقلاب ہے، لیکن اس نے تمہارا پول کھول کر تمہیں وہاں پہنچا دیا ہے جس کے تم مستحق ہو۔

مکروہ چہرے والا جان کیر مبی بر ملا یہ کہہ رہا ہے کہ ابھی جنگ بندی کا وقت نہیں آیا! کیوں؟ کیونکہ مجاہدین کے حوصلوں کو توڑنے کا اصل ہدف ابھی پورا نہیں ہوا، اور ان شاء اللہ یہ ہدف کبھی پورا ہو گا بھی نہیں۔ بلکہ تمہیں مجاہدین کے فیصلے کے آگے جھکنا ہو گا۔ جیسے تمہارے ساتھ افغانستان میں ہوا۔ اے امریکیو اور صہیونیو! تم نے اپنی حماقت سے خود کو تنہا کر دیا ہے، دنیا اور خطہ بلکہ تمہارے قائم کیے ادارے تمہیں چھوڑ چکے ہیں۔ مغرب کو اور صہیونیوں کو یہ مان لینا چاہیے کہ سخت جنگ کے پچیس روز گزرنے کے بعد جان کیر مبی کی یہ وضاحت امریکیوں اور صہیونیوں کی شکست کا اعلان ہے۔ تمہاری جنگ عنقریب رکے گی اور سرحدی راہداریاں ضرور کھل کر رہیں گی۔ لیکن اب ہماری جنگ شروع ہو چکی ہے، آنے والا وقت تمہارے حق میں مزید بدتر ہو گا۔ یہاں تک کہ تم ہماری زمینوں سے نکل بھاگو اور تمہارے آلہ کار حکمرانوں کو بھی ہم تمہارے پیچھے ہی چلتا کر دیں گے۔ ہم امت کو ایک بار پھر متحد کریں گے، اور تمہارے خود ساختہ قوانین اور اصولوں کے بجائے دنیا کو آسانی ہدایت کے ساتھ جوڑ کر اسے حقیقی امن و سلامتی کی

یہ غرہ ہے: اپنوں کی خیانتوں سے چور پیکر صبر

طرف لے چلیں گے۔ تم نے ایک طویل عرصے تک دنیا کو اسلام کے مہربان سائے میں پرسکون زندگی گزارنے سے محروم کر رکھا ہے۔ تم نے محض اپنی عیاشی کی خاطر اسلحے کی زور پر اور جھوٹ و دھوکے کے ذریعے دنیا کو حقیقی امن سے محروم کر رکھا ہے۔

عالم اسلام کے مطلق العنان حکمرانوں کے لحاظ سے

”بلکن اور عرب حکام“ نامی مصلحہ خیز، خواہ مخواہ کے لمبے اور بورڈارمہ سیریل کو پوری دنیا دیکھ رہی ہے، ”کسنجر اور عرب حکام“ ڈرامہ سیریل کا پلاٹ اس سے کافی عمدہ اور پرتجسس تھا، اس کے علاوہ کسنجر کے شریک اداکار اپنی ایک شخصی وجاہت رکھتے تھے، بلکن کے غیر معروف باشتیوں کا کام تو محض اس کے تلوے چائنا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ سارے (میدود، مغرب، عرب حکام اور عالم اسلام کے حکمران) یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس سیاسی منظر نامے سے غرہ کے خونی منظر نامے کی سنگینی (لوگوں کی نگاہ میں) کچھ کم ہوگی، ہرگز نہیں! خدا کی قسم! ہماری زمین پر تم نے جو آگ بھڑکائی ہے وہ تم سب کے لیے جہنم ثابت ہوگی، پوری دنیا کی اقوام غرہ کی نصرت کے لیے اٹھ کھڑی ہو چکی ہیں، یہ مظاہرے مایوسی کی طرف نہیں جارہے، بلکہ تبدیلی اور انقلاب کی طرف بڑھ رہے ہیں، اگر تمہارے پاس ہتھیار ہیں تو لوگوں کے پاس بھی سول نافرمانی کا ہتھیار موجود ہے، اور کچھ کے پاس اصل اسلحہ بھی ہے۔ عنقریب یہ عوامی تحریک ایک آگ بن کر بھڑکانے والوں کو بھسم کر ڈالے گی۔

اسلامی دنیا کے حکام کا طرز عمل کتنا ذلت آمیز ہے۔ دین اور انسانیت کے دشمن کے آگے مکمل سرینڈر کر چکے ہیں، سرحدی چوکیوں اور سلامتی کو نسل کی دربان گاہوں پر منتظر کھڑے ہیں۔ کس قدر سواکن بات ہے کہ یہ حکام رنج کرا سنگ پر کھڑے دشمن کی اجازت کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیسا عار کا مقام ہے! سلامتی کو نسل سے سیز فائر کی التجا کرنا کتنا شرمناک ہے۔ اس التجا کا کیا فائدہ جب کہ امریکہ کو ہر چیز ٹھکرانے کا اختیار ہے اور یہود نے کبھی بھی اقوام متحدہ نامی ادارے کی کسی فیصلے کو تسلیم نہیں کیا؟ امت کی اقوام تو سات اکتوبر کے پیغام کو سمجھ چکی ہیں، لیکن اے حکمرانو! تم اب بھی ٹس سے مس ہونے کو تیار نہیں۔

یہ غزہ ہے: اپنوں کی خیانتوں سے چور پیکر صبر

اسلامی ملکوں کے حکمرانوں سے امت کو جو جائز توقع تھی وہ یہ تھی کہ وہ مصر، اردن، لبنان، سوریہ اور ارضِ حرمین میں اپنی فوجوں کو جمع کرتے، اور اپنی اعلیٰ تربیت یافتہ خصوصی فورسز کو اجازت دیتے کہ وہ بھی ایسے کارنامے انجام دیں جو مجاہدین کے خصوصی دستوں نے انجام دیے۔

ہماری تاریخ میں فتح کا عدل و انصاف، حریت و آزادی اور عزت و شرف سے گہرا تعلق ہے۔ شکست اور ناکامیاں آمریت و قہر کا پرتو اور نتیجہ ہیں۔ کیا فلسطین پر قبضہ سیاسی قہر کی فضا میں نہیں ہوا تھا؟ جب حکمران اپنے عوام پر ظلم کرنے میں توشیر بنے، لیکن دشمن کے مقابلے میں گیدڑ ثابت ہوئے۔ لہذا اس وقت جو یہ حکومتیں کر رہی ہیں وہ یہ ہے کہ بے نتیجہ مظاہروں سے عوامی غضب کو ٹھنڈا کیا جائے۔ اور اس مرحلے میں امریکہ اور اس کے چہیتے اسرائیل کو اس سے کوئی مسئلہ بھی نہیں، (یہ نہ سمجھیں کہ یہ اسلام دشمن غلام حکومتیں مظاہروں کی اجازت دے کر فلسطین کا زکا ساتھ دے رہی ہیں۔) یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ محمد ﷺ کے جزیرے میں بسنے والی مسلم قوم کہاں گئی؟ کیا وہ مظاہروں میں شریک ہوئی؟ یا ان کے طاغوتی حاکم بن سلمان اور اس کے احمق مشیروں نے انہیں اس سے بھی روک دیا ہے؟

اے ہماری پیاری امت! ان مظاہروں کا بھی کوئی فائدہ نہیں، اگر یہ آگے بڑھ کر وہ تحریک نہ بنیں جو تمہارے ہاتھوں کو باندھنے والی اور اپنے رب کی منشا کے مطابق مستقبل کی صورت گری میں رکاوٹ بننے والی ان حکومتوں کو گرا دے، تب کہیں جا کر تم اس قابل ہو گی کہ ہر جگہ اپنے فرزندوں کی مدد کر سکو، ظلم کا شکار کمزوروں کو انصاف دلا سکو اور اللہ کے دائمی پیغام کو عام کر سکو۔

عرب اور عالم اسلام کے حکام کا طرزِ عمل

عرب حکام اور عالم اسلام کے دیگر حکمرانوں کا ردِ عمل کیا رہا؟ کیا وہ لوگ اس تاریخی مرحلے کے اہل ثابت ہوئے؟ غزہ کے مسلمانوں کی نصرت کے لیے انہوں نے کیا اقدامات کیے؟ غزہ کے مجاہدین کی نصرت کا ان سے کیا پوچھنا! جب سے جزیرہ عرب پر بے اختیار بادشاہ سلمان بن عبد العزیز اور اس کا احمق بیٹا براہمان ہوا ہے، انہوں نے اور ان کے

یہ غزہ ہے: اپنوں کی خیانتوں سے چور پیکر صبر

ہم مشرب عرب حکام نے مجاہدین کی طرف پیٹھ پھیر لی ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے صلیبی صہیونی آقاؤں کے نقش قدم پر چل کر مجاہدین پر دہشت گردی کی تہمت لگانے لگے، بلکہ مزید تیرہ بختی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجاہدین کے خلاف فلسطین پر قابض صہیونی دشمن کے حلیف بن گئے۔ اس سے قبل ۲۰۲۱ء میں غزہ کے واقعات نے ہی انہیں بے نقاب کیا تھا۔

۲۸ اکتوبر ہفتے کی دن کی عصر تک یعنی کارروائی کے اکیس دن بعد تک ہم نے ان کی آواز تک نہیں سنی۔ البتہ، سر جھکائے منہ ہی منہ میں بہت سے باتیں کر رہے تھے۔ جن سب کا مطلب ایک تھا ”ہمیں جلد ان دہشت گردوں سے نجات دلاؤ، تم نے ہمیں ہماری قوم کے سامنے رسوا کر دیا“۔ ان عرب اور عالم اسلام کے دیگر حکمرانوں کو ابھی تک یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ پندرہ اگست کو افغانستان سے امریکی فوجوں کے بھاگنے کے بعد سے یہود کی قوت کا وہی ہالہ پاش پاش ہو چکا ہے، اس دن اعلان ہو گیا کہ اب مغرب اور اس کے پروردوں کے دن پورے ہو چکے ہیں، دنیا میں طاقت کی نئی مساوات سامنے آ چکی ہے، جو اسی دہائی میں آگے چل کر مزید نکھر کر سامنے آئے گی۔ کیا اب بھی تمہارے لیے ممکن نہیں کہ ایک مسلمان حاکم کی صحیح ذمہ داری پوری کر سکو؟ مجھے نہیں لگتا کہ تم ایسا کرنے کا سوچو گے بھی۔

امریکہ کے پرشور سقوط نے لوگوں کی آنکھوں سے پردے ہٹا دیے ہیں، لیکن تمہارے دلوں کے پردے نہیں اٹھے۔ یا پھر شاید تمہاری تمنا ہے کہ یہ نظام اسی طرح باقی رہے تاکہ تمہاری حکومتیں بچی رہیں، تمہاری بابت اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْقَتْلِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُضْبِعُوا عَلَى مَا أَتَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ ذُرِّيَّتًا. (سورة المائدة: 52)

”چنانچہ جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) روگ ہے تم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ لپک لپک کر ان (کفار) میں گھستے ہیں، کہتے ہیں ہمیں ڈر ہے کہ ہم پر کوئی مصیبت کا چکر آ پڑے گا، (لیکن) کچھ بعید نہیں کہ اللہ (مسلمانوں کو) فتح عطا فرمائے یا اپنی طرف سے اور کوئی

یہ غزہ ہے: اپنوں کی خیانتوں سے چور پیکر صبر

بات ظاہر کر دے اور اس وقت یہ لوگ اس بات پر
بچھتاکیں جو انہوں نے اپنے دل میں چھپا رکھی تھی۔“

نیرا شاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَّا هُمْ
فِيْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَخْلَفُوْنَ عَلٰى الْكُذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ.
(سورۃ المجادلۃ: 14)

”کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا جنہوں نے ایسے لوگوں کو
دوست بنا رکھا ہے جن پر اللہ کا غضب ہے؟ یہ نہ تو
تمہارے ہیں اور نہ ان کے، اور یہ جان بوجھ کر جھوٹی
باتوں پر قسمیں کھا جاتے ہیں۔“

پس تم میں سے کچھ تو ان کفار کے معبودوں کے رکھوالے ہیں (تمام عرب اور عالم اسلام کے حکمران) اور کچھ نے محمد
ﷺ کے جزیرے میں ان کے مندر اور عبادت خانے بنائے، جیسا کہ خلیج کے اکثر حکام نے کیا، ان میں سر فہرست
”خلیج کا شیطان“ بن زاید ہے، کچھ نے مسلمانوں کی جاسوسی کر کے ان کی خبریں دشمن تک پہنچائیں (عبدالفتاح سیسی)
کچھ نے یہود کا خیر خواہ بننے ہوئے انہیں مشورہ دیا کہ غزہ کے مسلمانوں کو صحرائے نقب میں دھکیل دو (عبدالفتاح
سیسی) اور کچھ مسلمانوں اور اپنی فوجوں کو سرحد بند کر کے یہود پر حملے سے روک رہے ہیں (اردن، مصر، سوریا،
لبنان، ریاض، ترکی اور عراق کے حکمران)، اور تم میں سے کچھ، بے ضمیری کی ساری حدیں پھلانگ چکے ہیں۔

تم سب اپنی امت کے خلاف دشمن کی خندق میں مورچہ زن ہو، غزہ میں بے خون مسلم میں برابر کے شریک ہو۔ اور
مسلمانوں کے قاتل کو اللہ نے وعید سنائی ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَدًّا فَعَزَّؤُهُ جَهَنَّمَ خَلِيدًا فِيْهَا
وَعَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا. (سورۃ
النساء: 93)

”جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس
کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر
اپنا غضب نازل کرے گا اور لعنت بھیجے گا اور اللہ نے
اس کے لیے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

مصر میں زبردستی اقتدار پر قابض صیہونی مہرہ (عبدالفتاح سیسی)

آج کل مصر کے بہادرانہ موقف کی بڑے گن گائے جا رہے ہیں کہ اس نے اہل غزہ کو اپنے یہاں ٹھہرانے سے انکار کا فیصلہ کیا ہے۔ کیا اہل غزہ نے غزہ سے چلے جانے کی یہودی پیشکش کو قبول کر لیا تھا؟ اگر اہل غزہ خود غزہ چھوڑنے کا فیصلہ کرتے تو انہیں کوئی روک نہیں سکتا تھا اور وہ پہلے کی طرح راہداری کو عبور کر کے مصر میں داخل ہو جاتے۔ جلاوطنی سے انکار کا فیصلہ اس سیدھے سادے غزہ کے مسلمان کا ہے جس کے باپ دادا جلاوطنی کی تلخی جھیل چکے تھے کہ بعد میں انہیں ان کی زمین کبھی واپس نہ مل سکی۔ سیسی کہاں ان کا خیر خواہ ہے، یہ تو وہ بد بخت ہے جس نے اپنے کارندوں کے ہاتھ یہود کو پیغام بھیج دیا کہ غزہ کے مجاہدین تمہارے خلاف کسی بڑی کارروائی کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ یہی وہ سیسی ہے جس نے یہود کو مشورہ دیا کہ وہ اہل غزہ کو صحرائے نقب میں جلاوطن کر دے، پھر یہود چاہیں تو وقت آنے پر انہیں واپس غزہ آنے دیں یا وہیں صحرائیں مرنے کے لیے چھوڑ دیں۔ اسی سیسی نے یہود کی طرف سے امداد پہنچانے کی اجازت ملنے تک سرحدی راہداری کے دروازے بند کر کے وہاں پہرے بٹھائے، حالانکہ اسے تو چاہیے تھا کہ عالمی طور پر دسویں نمبر کی حامل اپنی فوج کو فلسطین کی حفاظت کے لیے سرحد پر لے آتا۔ اگر خود کمزور تھا تو دیگر اسلامی حکمرانوں کو اپنی مدد کے لیے بلاتا۔ اسے یہودی فضائیہ کو غزہ پر بمباری سے روکنا چاہیے تھا، کیونکہ اس سے مصر کی سلامتی وابستہ ہے۔ اور پھر اپنی فوج لے کر فلسطین کی آزادی کے لیے نکل کھڑا ہوتا، یہ کیا بات ہے کہ سلامتی کو نسل کے آستانے پر بڑی شرمناک تابعداری کے ساتھ جنگ بندی کے فیصلے کا انتظار کر رہا ہے؟ کیا یہی نہیں تھا جس نے دھمکی دی تھی کہ جو بھی مصر کے قریب آئے گا اسے سبق سکھا دوں گا؟ (شاید اس کی مراد اپنی کرسی تھی)۔ سیسی نے اپنے عمل سے واضح کر دیا کہ مصری فوج کا مقصد فقط اپنی سرحدات کی حفاظت ہے، اس سے زیادہ کی اس سے توقع نہ رکھی جائے (کتنی شرم و عار کی بات ہے)۔ سات اکتوبر کے جانبازوں نے جو کیا یہ فوج اس کا سوواں حصہ کرنے سے بھی قاصر ہے، کیونکہ ان کا قائد سیسی ہے، ذیل کے اشعار میں شاید شاعر نے سیسی کے حال کا نقشہ کھینچا ہے:

یہ غرہ ہے: اپنوں کی خیانتوں سے چور پیکر صبر

اسد علی وفي الحروب نعامه
فتحاء تنفر من صفير الصافر
هلا برزت الى غزالة في الوغى
بل كان قلبك في جناحى طائر

”مجھ پر تو توشیر ہے لیکن جنگ میں ایسا شتر مرغ بن جاتا ہے جو سیٹوں کی آواز سے بگٹٹ دوڑتا چلا

جاتا ہے۔

تو جنگ میں ایک عورت کے مقابل کیوں نہیں نکل سکا؟ تو کیا نکلتا! تیرا تو مارے خوف کے دل سینے

سے باہر نکلا جا رہا تھا۔“

اے مصر کے معزز لوگو! اور ہر وہ فوجی جس کے دل میں ذرہ بھر بھی غیرت و حمیت ہے! کیا اپنی اس حالتِ زار پر تم خوش ہو؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ دنیا کے بہترین فوجی بنو اور یہود اور ان کے حلیفوں کے خلاف جہاد کا جھنڈا اٹھاؤ؟ بخدا! تم سے کم درجے کے اور کمزور لوگ بھی یہود اور ان کے کر تو توں کو برداشت نہیں کرنے والے اور نہ سبسی اور اس کی فوج و خفیہ اداروں کے کمانڈروں اور ان کی شرمناک حرکتوں پر چپ کر کے بیٹھنے والے ہیں۔ آنے والے دنوں میں ہمیں تم سے بڑی توقعات ہیں، ورنہ تم پر رہتی دنیا تک ایسی عار مسلط ہوگی جس سے خود رسوائی بھی پناہ مانگے گی۔

جزیرہ عرب کے مشرق میں واقع چند انتہائی مالدار شہروں کا صہیونی حاکم (خلیج کا شیطان: بن زاید)

تیرے جہاز لیبیا اور مالی میں مسلمانوں پر بم برسائے پہنچ گئے، لیکن اپنے پڑوس میں واقع فلسطین کی مدد کے لیے نہیں پہنچ سکے، کیوں؟ جب تو نے ہندوستان میں اللہ کے گھر مساجد کی شہادت پر کوئی غیرت نہیں دکھائی، نہ کوئی مخالف عندیہ ظاہر کیا، نہ ہندوؤں کو ملک بدر کرنے کی دھمکی دی اور خود تو نے حریم کی زمین پر ان کے لیے جو مندر بنایا ہے نہ اسے بند کرنے کی دھمکی دی۔ جب تو ہندوستان کے خلاف کچھ نہیں کر سکا تو اپنے پاسان امریکہ اور اپنے صہیونی آقا کے خلاف کیا کر سکتا ہے؟ میں اکثر اپنے ساتھیوں سے کہتا تھا کہ آلہ کاری کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ آلہ کار مکمل جھکتا نہیں، بلکہ اس نے ایک حد مقرر کی ہوتی ہے جس سے وہ نیچے نہیں جاتا۔ لیکن تیری آلہ کاری کی کوئی حد نہیں، تیرے جہازوں نے یمن، لیبیا اور مالی میں مسلمانوں پر جو ستم ڈھائے وہ فلسطین میں یہودی جہازوں کے جرائم سے کم نہیں۔

یہ غزہ ہے: اپنوں کی خیانتوں سے چور پیکر صبر

کتنے فلسطینی تیرے ملک میں کام کرتے ہیں لیکن تو نے انہیں شہریت نہیں دی، جبکہ سات ہزار سے زائد یہودیوں کو تو نے شہریت دی ہے۔ تو نے ویٹیکن کے پوپ کی دعوت کی اور اس کے سامنے ذلت سے کھڑا رہا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ تو صلح کل اور وحدت ادیان کے عقیدے کو مانتا ہے؟ لیکن یہ بھی تب ہوتا ہے جب تیرے سامنے کافر ہوں، جیسے مسلمان سامنے آئیں تو تو اس عقیدے کو بھی چھوڑ دیتا ہے۔ سو تیری یہ بدعت قیدگی تجھے مبارک ہو۔

ریاض کا حاکم ولی عہد بن سلمان، زنا اور گناہوں کو ترویج دینے والا

محمد ﷺ کے جزیرے میں دین، پاک دامنی اور تمام اچھائیوں کے خلاف اس کے احق حاکم کی قیادت میں ہمہ جہت جنگ لڑی جا رہی ہے۔ اہل علم کو گرفتار کیا جا چکا ہے، اور ایک بڑی تعداد کو دار پر چڑھا دیا ہے۔ باقیوں کو خاموش کر دیا گیا ہے، صرف اسی کو بولنے کی اجازت ہے جو اس بد بخت کے نام کی مالاچھے اور اسے بخشش کے پروانے دے۔ اس نے زنا اور منکرات کی محفلوں کو عام کر کے (حتیٰ کہ حرم کے قرب میں بھی یہ گندگی کی گئی) بے غیرتی کو فروغ دیا ہے۔ دولت مندوں کی دولت کو بزور چھینا ہے، بن لادن کی ٹھیکے دار کمپنی کو بھی ضبط کر لیا، اب اسے بیچ ڈالا ہے یا یہود کے سپرد کر دیا ہے۔ امریکی سفارتخانے کو القدس شہر منتقل کرنے کے نذرانے کے طور پر مجرم ٹرمپ کو ایک ٹریلین ڈالر دیے۔ مسلمانوں کے جمع کیے مال سے اپنے نام و نمود کے لیے فٹ بال کے کھلاڑی خریدے، تاکہ مسلمان نوجوانوں کا لایعنی کاموں میں مشغول کر کے جہاد و استشہاد سے دور اور غافل کر دے۔ میں حرم کے امام (سدیس) سے پوچھتا ہوں: کیا اب بھی ریاض اور امریکہ دنیا کی قیادت کر رہے ہیں (غزہ کے خلاف جنگ میں)؟ جن حکام کا اپنا یہ حال ہو ان سے کیا توقع کہ وہ غزہ یا اس کے علاوہ کمزور و مظلوم مسلمانوں کی مدد کریں گے؟

سب رکاوٹوں کے باوجود برپا ہونے والے سات اکتوبر کے مبارک حملے نے بہت سے حقائق کو آشکار کر دیا۔ امت کے ابطال اس کے ہر اول مجاہد دستے اور مخلصین سے یہ بات مخفی نہیں کہ اس دور رس اثرات کی حامل ضرب نے اسلام، اہل اسلام اور ان کی زمینوں اور وسائل کے خلاف بنائے گئے بہت سے منصوبوں کو ناکام بنا دیا ہے۔ یہ حکومتیں اور ان کے کرپٹ کرتادھر تا خود اپنی خوشی سے صلیبی صیہونی شکنجے میں بے بس پڑے ہیں۔ عنقریب پوری بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ آل سعود اور یہود کے مابین تعلقات کی بحالی کا اعلان ہو جائے گا، اور نیوم کی نو آبادی میں چھپی یہ

دوستی کھل کر سامنے آجائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ بن سلمان میں اتنی بے شرمی ہے کہ وہ پہلی فرصت یہ کر ڈالے گا۔ شاید رواں ریاض فیسٹیول کے اختتام پر۔

شاید ہم بن سلمان (اللہ اسے ہلاک کرے) کے بارے میں کچھ زیادہ بدگمانی کا شکار ہو رہے ہیں۔ ممکن ہے وہ ریاض فیسٹیول میں سے حاصل شدہ آمدنی کو غزہ کے بنیادی ڈھانچے کی تعمیر میں خرچ کرے۔

میں ان چند حکام کی مثالوں پر بس کرتا ہوں، کیونکہ دیگر بھی انہیں کے نقش قدم پر ہیں، البتہ فلسطینی اتھارٹی کے سربراہ محمود عباس کا معاملہ مختلف ہے۔ اس کا اپنا کوئی لائحہ نہیں، وہ تو بس اتھارٹی کے دفتر میں پڑا یہود کے احکام کا منتظر رہتا ہے۔ اگر شاعر احمد مطر کے ”قصیدے“ اور غزہ کی موجودہ صورت حال نہ ہوتی تو کسی کو یاد بھی نہ ہوتا کہ رام اللہ میں محمود عباس نام کا کوئی حاکم بھی ہے۔ کیا واقعی احمد مطر تمہاری ذات کے ”قصیدے“ لکھتا تھا یا پھر وہ تمہارے نام کو بے بس حکمرانوں کے لیے ایک استعارے کے طور پر استعمال کرتا تھا۔

سیسی اور مصری فوج کے بارے میں جو میں نے کہا، بعینہ اسی کو میں دیگر اسلامی ملکوں کے لیے بھی دہراتا ہوں۔ آج کسی کے پاس کوئی عذر نہیں کہ وہ یہود اور امریکہ کو نشانہ نہ بنائے، کیونکہ دشمن فلسطین تک محدود نہیں، بلکہ اس کے مفادات پورے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے ہیں، ان کے سفیر محض سفیر نہیں ہوتے، بلکہ متعلقہ ملک کے عملی اور اصلی حکمران ہوتے ہیں۔ ہم نے تاحال کسی ملک کے بارے میں نہیں سنا کہ اس نے یہود اور مغرب کا بائیکاٹ کیا ہو یا اس کے ساتھ تجارت روکی ہو۔ اور کسی ایسے حاکم کا بھی نہیں سنا جس نے موچھوں کو تاؤ دے کر بہادری دکھاتے ہوئے امریکہ یا یہود کے سفیر کو ملک بدر کیا ہو! کریں بھی کیسے؟ وہ خود یہود سے بڑھ کر یہودی ہیں، بلکہ ان کے آقا امریکہ نے تو یہ کہہ کر انہیں برملا رسوا کر دیا ہے کہ ”عرب حکام“ حماس کی تباہی کے یہود سے بھی زیادہ خواہش مند ہیں اور اگر ایسا ہو گیا (لا قدر اللہ) تو یہ یہود سے زیادہ خوش ہوں گے۔

آج یکم نومبر ۲۰۲۳ء ہے، میرا سوال ہے: غزہ کی خاطر عرب لیگ کا اجلاس منعقد ہو گیا؟ یا ابھی کورم پورا نہیں ہوا؟

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

’اگلے دن‘ سے قبل کی دنیا

صہیونیت آج انسانیت کو درپیش سب سے بڑا خطرہ ہے، یہ انسانیت کے لیے تاتاریوں، نازیوں اور ہندوؤں سے زیادہ خطرناک ہے، بلکہ انسانیت کی پوری تاریخ کا اب تک کا سب سے خطرناک فتنہ ہے۔ روئے زمین پر بستے بنی نوع انسان کی بہت بڑی تعداد کی روح، جسم اور فکر کو فاسد کر کے انہیں اللہ کی بنائی اور قائم کی فطرت سے ہٹا دیا ہے اور انہیں مسخ شدہ انسان: شیطان اور مال کا پجاری بنادیا ہے۔ اسی صہیونیت نے ہی انسانیت کو بت پرستانہ مسیحیت کا ’تحفہ‘ دیا اور اس کے ذریعے انہوں نے یورپ، امریکہ، افریقہ، ہندوستان اور جنوب مشرقی ایشیا وغیرہ کی اقوام کو اپنا غلام بنایا، یہ صہیونی فتنہ جہاں بھی گیا وہاں اس نے اپنے بینک بھرنے کے لیے جنس و شہوت کو جنس بازار بنادیا، اسی نے اللہ اور اس کے بھیجے دین سے اپنی جنگ میں ہم جنس پرستی، تحریک نسواں اور دیگر گھٹیا افکار کو پھیلایا اور مضبوط کیا، یہ جہاں بھی گیا اس کا ہدف یہی رہا، تاکہ اہم جغرافیائی مقامات پر قبضہ کرے، وسائل لوٹے، جہالت کی ترویج کرے اور جھوٹ کی گرم بازاری سے انسان کو ایک بے مقصد [شہوت کے غلام] حیوان میں بدل دے، صرف گزشتہ صدی کے نصف سے آج تک امریکہ اور یہود جتنے انسانوں کو قتل اور شہروں کی تباہ کر چکے ہیں، ان کی تعداد وہم و خیال سے بھی بالاتر ہے۔

اور اس لکھاری نے سچ کہا جس نے لکھا کہ: کتا (یہودی) چرواہے (امریکہ) کے نقش قدم پر چل رہا ہے^۱۔ اس جملے کو الٹ دیں تو بھی ٹھیک ہی ہے، [یعنی کتا امریکہ اور چرواہا یہودی] امریکہ اپنے پروپیگنڈے کے حیرت انگیز ذرائع

^۱ ’The Intercept‘ نامی ویب سائٹ پر ایک مضمون میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ عام شہریوں کو قصداً نشانہ بنانے اور اس کو معمولی چیز سمجھنے کی طویل امریکی تاریخ بنی صہیونیوں کے لیے نمونہ عمل اور دلیل ہے کہ وہ بھی کسی قسم کی تحقیقات یا نتائج کا خوف کیے بغیر اسی راستے پر چل [بلکہ دوڑ] رہے ہیں، ذیل میں اس مضمون کے کچھ اقتباسات اور اعداد و شمار ذکر کیے جا رہے ہیں:

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بلکہ جنگ لڑی جا رہی ہے!

استعمال کر کے رائے عامہ کو کس کے فائدے کے لیے گمراہ کر رہا ہے اور اصل مسئلے سے غافل کر رہا ہے؟ حتیٰ کہ غزہ میں اتنا سب کچھ بیت جانے کے باوجود امریکی ان سے کسی پھلے کی امید رکھ رہے ہیں، انہیں علم نہیں کہ غزہ میں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے سارے صہیونی ہی خوش ہیں، کیونکہ یہ سب ان توراتی نصوص کے عین مطابق ہے جنہیں ان کے مذہبی پیشواؤں نے کبر و مکر سے کام لیتے ہوئے خود گھڑا ہے، یہ پیشوا دنیا کو متکبرانہ نظر سے دیکھتے ہیں کہ یہاں سب یا آقا یا غلام ہیں، آقا تو صہیونی ہیں، جنہیں ہر طرح کی من مانی کرنے کی کھلی چھوٹ ہے اور جو غلام ہیں [غیر یہود] وہ ہمیشہ غلام ہی رہیں گے، اور یہ کوئی نئی بات نہیں، [ہمیشہ سے یہی اصول چلا آ رہا ہے]۔

بقیہ دنیا (جس میں سرفہرست ہندو، بدھ مت کے پیروکار اور دیگر بت پرست ہیں) یہ بات جان لے کہ اگر صہیونی اسی طرح مسلمانوں کو کمزور کر کے عالمی سیاست کے مرکز اور فیصلوں سے انہیں دور کرتے رہے تو جنگ کا اگلا دن شروع ہوتے ہی نسل کشی کے اگلے مرحلے کا ہدف وہ خود ہوں گے، ان کا جو مقابلہ ابھی ٹیکنالوجی اور اقتصادی میدانوں میں ہے وہ عسکری مقابلہ کی طرف جا رہا ہے، اس عسکری مقابلے میں کامیابی کے حساب سے ہی اقتصاد کے بازار میں بھی ہر ایک کو اس کے عسکری جتنے کے بقدر حصہ ملے گا، یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے نتیجے میں ہم مرکزی طور پر کمزور ایک ایسی دنیا دیکھیں جس میں طاقت کے مراکز کئی زیادہ ہوں، یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے نتیجے میں ایسا زوال آئے کہ ٹیکنالوجی کا دور ہی ختم ہو جائے، کوئی نہیں جانتا کہ ہو گا کیا؟

جاپان میں امریکہ نے ۶۷ شہروں پر حملہ کیا، ۱۸۰ مربع میل کا علاقہ جلا کر راکھ کا ڈھیر بنادیا، ساٹھ ہزار عام شہریوں کو قتل کیا، پچاسی لاکھ کے لگ بھگ لوگوں کو گھر سے بے گھر کر دیا، ہیر و شیمار اور ناگاساکی پر دو ایٹم بم پھینکے اور ان کی آگ میں تقریباً دو لاکھ دس ہزار لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کوریا میں امریکی فضائیہ کے جزل نے فخریہ بتایا کہ انہوں نے دس لاکھ کوریائی باشندے قتل کیے اور کئی لاکھ کو بے گھر کیا۔ ویت نام میں ۳۰۰ ہزار پائونڈ بم گرائے، جس سے زمین میں دو کروڑ دس لاکھ گڑھے پڑ گئے، کمبوڈیا میں ڈیڑھ لاکھ کے قریب شہریوں کو قتل کیا، لاؤس پر بیس لاکھ ٹن سے زیادہ بارود برسیا۔ (ان اعداد و شمار سے مقتولین کی حقیقی تعداد کا آپ خود اندازہ لگالیں)۔ سات اسلامی خطوں (افغانستان، عراق، لیبیا، پاکستان، صومالیہ، شام اور یمن) میں اڑتالیس ہزار مسلمانوں کو قتل کیا (یہ اعداد و شمار حقیقی تعداد سے کہیں زیادہ کم ہیں)۔ یہ اعداد و شمار (Airwars) کے ۲۰۲۱ء میں جاری کردہ تجزیے کے مطابق ہیں، یہ فضائی حملوں کے جائزے کا ایک گروپ ہے، جس کا دفتر طانیہ میں ہے۔

Source: <https://theintercept.com/2023/11/12/america-war-bombing-killing-civilians/>

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

رہے خلیج عرب کے حاکم خاندان جنہوں نے اقتدار اور دولت کو اپنی ذاتی جاگیر بنایا ہوا ہے اور خود کو اپنی قوم سے اور اپنی اپنی قوم کو دیگر عالم عرب اور عالم اسلام سے دور کر رکھا ہے اور امارات کے حاکم بن زائد کی قیادت میں، صہیونیوں کی قیادت میں ان کے مورچے میں کھڑے ہیں، تو وہ اپنے اس انجام کے بہت قریب ہیں جو انجام اپنے عقیدے، وطن اور قوم سے خیانت کرنے والے کسی بھی خائن کا ہوتا ہے، انسانیت کی نسل کشی کی مہم میں سب سے آخر میں یہود کے پیادوں اور آلہ کاروں کی باری آئے گی یعنی امریکہ اور یورپ۔ کیونکہ اپنی مقدس ترین کتاب کی رو سے یہود کسی اور کے وجود کے روادار نہیں، ان کی حرص لامتناہی ہے، زمین اور جو کچھ اس کے اندر یا اوپر ہے وہ اس پر تسلط چاہتے ہیں اور بقیہ انسان یا تو ان کے پالتو جانور ہیں یا وحشی [لیکن ہیں جانور ہی]، یہ یہود کی وہ موروثی ذہنیت ہے جو ان کی خود ساختہ دینی کتابوں میں بکھری پڑی ہے۔ یہ بقا کی جنگ ہے، جس کی کوئی حد و انتہا نہیں۔

لیکن یہ یہود اللہ کے غضب کی شکار اور توفیق سے محروم قوم ہیں، پس یہ ناممکن ہے کہ سارے کام ان کی منشا کے مطابق ہوں، سرزمین انبیاء فلسطین اور اس میں بھی سرفہرست غرہ میں مسلمانوں سے ان کی جنگ بقا کی جنگ ہے، جو زمینی طور پر جغرافیہ سے بالاتر ہے اور جنگی اعتبار سے کسی بیٹانے سے باہمی نہیں جاسکتی ہے، جنگ کے دونوں فریقوں اور ان کے اہداف کے درمیان بہت واضح فرق ہے، مسلمانوں کی طرف سے اس جنگ کا مقصد اہل دنیا کی ہدایت و رہنمائی ہے، ان کے نزدیک دنیا ایک سواری ہے، وہ اس پر سوار ہوتے اور اسے استعمال کرتے ہیں، اس کے خادم و غلام نہیں بنتے، کیونکہ انہیں ان کے دین کی تعلیمات حرکت میں لاتی ہیں اور ان کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہے، جبکہ یہود اور ان کے صہیونی ہر کاروں کی جانب سے یہ جنگ خود کو برتر سمجھنے، مفاد پرستی اور زمین و اہل زمین کے استحصال کی جنگ ہے، کیونکہ ان کا مقصد اپنی فطرت سے ہٹی انسانی خواہشوں کو پورا کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے:

”حق واضح ہونے کے بعد انہوں نے اس کی پیروی نہیں کی [اس لیے کہ انہیں زمین میں اپنی بڑائی کا گھمنڈ تھا، اور انہوں نے (حق کی مخالفت میں) بری بری چالیں چلنی شروع کر دیں۔ حالانکہ بری چالیں کسی اور کو نہیں خود اپنے چلنے والوں ہی کو گھیرے میں لے

اسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرُ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئِ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا . (سورة الفاطر: 43)

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

لیتی ہیں۔ اب یہ لوگ اس دستور کے سوا کس بات کے
منتظر ہیں جس پر پچھلے لوگوں کے ساتھ عمل ہوتا آیا
ہے؟“

اور جہاد قیامت تک جاری رہے گا، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

”میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم پر قتال کرتا رہے گا، اپنے دشمن پر غالب رہے گا، اس
کی مخالفت کرنے والے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، حتیٰ کہ قیامت تک وہ اسی حالت پر رہیں
گے۔“ (صحیح مسلم)

یہ گروہ اسی امت کے بیٹوں کا گروہ ہو گا اور اپنی فتح کے بارے میں ہم مسلمان کسی شک و شبہ کا شکار نہیں، کیونکہ اللہ
نے واضح طور پر فیصلہ کر دیا ہے:

”بے شک ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی
مدد دنیوی زندگی میں بھی کرتے ہیں اور (قیامت
کے) اس دن بھی کریں گے جب گواہی دینے والے
کھڑے ہوں گے۔“

شہداء کے قافلے در قافلے صدق، اخلاص اور اللہ کے وعدوں پر یقین کی روشن دلیل ہیں اور مینارۂ نور بن کر شک و
تردد میں مبتلا لوگوں کو راہ دکھا رہے ہیں کہ یہی کامیابی کا وہ راستہ ہے جس میں خسارے کا کوئی سوال ہی نہیں۔

اے یہودیو! تمہارا خون بہتا رہے گا، اسے کوئی امان نہیں ملے گی، حتیٰ کہ وہ دن آجائے گا جب پتھر اور درخت بھی پکار
پکار کر تمہارے خاتمے اور دنیا سے تمہارے وجود کی گندگی ختم ہونے کا اعلان کریں گے ہم (مسلمان) اور تم دونوں ہی
اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔

محض لفظ مجرم اور جرم کسی جرم کا ارتکاب کرنے والے کی نفیات اور جرم کے حجم کو واضح نہیں کرتا، لازم ہے کہ ہر
جرم کو اس کے مرتکب کے نام سے موسوم کیا جائے تاکہ پتہ چلے کہ کس نظریے کے تحت اس نے جرم کا ارتکاب

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

کیا، حتیٰ کہ گزشتہ جرائم اور مجرموں کے ناموں کا موجودہ پر اطلاق بھی صورتحال کو پورا واضح نہیں کرتا، ہر مجرم (تاتاری چنگیز خان، نازی ہٹلر، کمیونسٹ سٹالن، ہندو مودی، یورپی استعمار) کی اپنی ایک پست سطح ہے، اور ان سب سے پست سطح مغربی یہودی صہیونیت کی ہے، پوری تاریخ میں سب سے گھٹیا اور پست قاتل یہود اور ان کی اولاد رہی ہے (منام بگین، موٹے دایان، شارون، نیتن یاہو اور صہیونی بائینڈن، ان سب بندروں اور خنزیروں کے قبیلے سے ہیں)۔

کیا یہودی اور صہیونی کو الگ کیا جاسکتا ہے؟ بالعموم کچھ یہودی گروہوں کو اس سے مستثنیٰ کیا جاتا ہے (یعنی وہ یہودی ہیں، صہیونی نہیں) جنہوں نے فلسطین، ہجرت نہیں کی اور تحریک صہیونیت کا حصہ نہیں بنے۔ لیکن کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ (غیر یہود) مسلمانوں یا کسی اور سے محبت بھی کرتے ہیں؟ (انہیں انسان سمجھتے ہیں؟) اس کا جواب صرف اور صرف نفی میں ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ
وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا
الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَضْرِيْ ذٰلِكَ يَأْتِيْهِمْ مِّنْهُمْ قَسِيْرٌ
وَرُحْبَاءًا وَآئِهِمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ. (سورة المائدة: 82)

”تم یہ بات ضرور محسوس کر لو گے کہ مسلمانوں سے سب سے سخت دشمنی رکھنے والے ایک تو یہودی ہیں، اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو (کھل کر) شرک کرتے ہیں۔ اور تم یہ بات بھی ضرور محسوس کر لو گے کہ (غیر مسلموں میں) مسلمانوں سے دوستی میں قریب تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نصرانی کہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں بہت سے علم دوست عالم اور بہت سے تارک الدنیا درویش ہیں، نیز یہ وجہ بھی ہے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔“

لیکن ہر وہ یہودی جو مقبوضہ فلسطین میں رہتا ہے وہ ایک سرگرم صہیونی ہے، خواہ وہ نسل پرستوں کا کتنا بڑا مخالف ہی کیوں نہ ہو اور چاہے وہ فلسطینیوں کو (ان کے ردِ عمل سے بچنے کے لیے) کچھ حقوق دینے کا کتنا حامی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ مقبوضہ زمین پر اس کا محض قیام ہی اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ وہ اس غاصب نظام کا حامی ہے۔ حزب

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

اختلاف تو کسی بھی سیاسی نظام کا ایک حصہ ہوتی ہے اور اس کے وجود کو قانونی جواز دیتی ہے، بلکہ میں تو آگے بڑھ کے کہتا ہوں کہ فلسطین کے یہودی سکے بند قاتل ہیں، اور اگر ان میں سے کوئی اس وصف کو خود سے دور کرنا چاہے تو اسے فلسطین سے کوچ کر جانا چاہیے، چونکہ فلسطین میں مقیم غاصب یہودیوں نے اپنی مرضی سے یہاں رہنے کو چاہا ہے، اس لیے انہوں نے اپنی ہلاکت کا چناؤ خود کیا ہے (کسی اور کو وہ الزام نہ دیں) اور ان کی ہلاکت بھی بلاشبہ اسی طریقے سے ہوگی جیسے وہ غزہ میں اہل فلسطین کو قتل کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! جو تم آج غزہ میں کر رہے ہو اللہ دنیا و آخرت میں تمہارے ساتھ ایسا کرے گا۔ باللہ! تاللہ! ان شاء اللہ تمہارا بھی محاصرہ کیا جائے گا، تمہیں بھوکا رکھا جائے گا، تمہیں بے گھر کیا جائے گا اور قتل کیا جائے گا۔ پس یہ تمہارا اپنا انتخاب ہے جس نے تمہیں ہلاکت میں ڈالا ہے۔ ارشاد باری ہے:

”اور اس کے بعد بنو اسرائیل سے کہا کہ: تم زمین میں
وَقُلْنَا مَن بَعْدِهِ لِيَمِيزَ إِسْرَءِيلَ أَشْكُوا الْآرَضَ فَإِذَا
جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا. (سورۃ
الإسراء: 104)
تو ہم تم سب کو جمع کر کے حاضر کر دیں گے۔“

”اگر تم اچھے کام کرو گے تو اپنے ہی فائدے کے لیے
إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا
فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءَ وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا
الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبَذَرُوا فِي
التَّثْلِيثِ. (سورۃ الإسراء: 7)
کرو گے، اور برے کام کرو گے تو بھی وہ تمہارے لیے
ہی برا ہو گا۔ چنانچہ جب دوسرے واقعے کی ميعاد آئی
(تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دیا) تاکہ
وہ تمہارے چہروں کو بگاڑ ڈالیں، اور تاکہ وہ مسجد میں
اسی طرح داخل ہوں جیسے پہلے لوگ داخل ہوئے
تھے، اور جس جس چیز پر ان کا زور چلے، اس کو تمہیں
نہیں کر کے رکھ دیں۔“

غزہ میں اپنے بھائیوں سے ہم کہتے ہیں:

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

”کہہ دو کہ اللہ نے ہمارے مقدر میں جو تکلیف لکھ دی ہے ہمیں اس کے سوا کوئی اور تکلیف ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔ وہ ہمارا رکھوالا ہے، اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔ کہہ دو کہ: تم ہمارے لیے جس چیز کے منتظر ہو، وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ (آخر کار) دو بھائیوں میں سے ایک نہ ایک بھلائی ہمیں ملے۔ اور ہمیں تمہارے بارے میں انتظار اس کا ہے کہ اللہ تمہیں اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سزا دے۔ بس اب انتظار کرو، ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں۔“

قُلْ لَّنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ قُلْ هَلْ يَرْتَضُونَ بِنَا إِلَّا أَخَذَ الْأُخْسَنِينَ وَنَحْنُ نَرْتَضِ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ أَوْ يَأْخُذَ بِنَا فَتَرْتَضُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرِضُونَ. (سورة التوبة: 51-52)

یہود سے بات چیت کا کوئی فائدہ نہیں، یہ محض وقت کا ضیاع ہے، ان کے عہد و پیمان کی کوئی حیثیت نہیں، ان سے مذاکرات مزید تباہی کی طرف لے جائیں گے، ان کی ماضی کی تاریخ ان کے مستقبل کے عزائم کا پتہ دیتی ہے، اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام دریائے نیل کے کنارے اللہ کی خاص نگرانی میں پروان چڑھے، ان کے ہاتھ پر کئی نشانیاں اور معجزات ظاہر ہوئے، انہوں نے اپنی قوم کو فرعون سے آزادی دلائی، اپنی لاشی سے سمندر کو چیز ڈالا، اس سب کے باوجود گائے کی پوجا کرنے والوں نے ان کی نافرمانی کی، ان کی جبلت کا فساد ان سے دور نہیں ہو سکتا تھا، سو خوئے غلامی میں پختہ اس نسل کو وادی تیار میں مرنا پڑا [تاکہ نئی نسل حق کے لیے قربانی دے]، یہ بنی اسرائیل کی تاریخ ہے جن پر اللہ کا غضب ہوا، اس کی پھر کار پڑی، اور اللہ نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔

ارشادِ باری ہے:

”پھر یہ ان کی عہد شکنی ہی تو تھی جس کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کیا، اور ان کے دلوں کو سخت بنا دیا۔ وہ باتوں کو اپنے موقع محل سے ہٹا دیتے

فَمَا نَقْضُهِمْ فَيُنَادِئُهُمْ لِاعْتِهِمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِيَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بلکہ جنگ لڑی جا رہی ہے!

فَاغْفِرْ لَهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (سورة المائدة: 13)

ہیں۔ اور جس بات کی ان کو نصیحت کی گئی تھی اس کا ایک بڑا حصہ بھلا چکے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کو چھوڑ کر تمہیں آئے دن ان کی کسی نہ کسی نیابت کا پتہ چلتا رہتا ہے۔ لہذا (فی الحال) انہیں معاف کر دو اور درگزر سے کام لو، بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“

اور اللہ کا فرمان ہے:

”(اے پیغمبر) اہل کتاب تم سے (جو) مطالبہ کر رہے ہیں کہ تم ان پر آسان سے کوئی کتاب نازل کرواؤ، تو (یہ کوئی نئی بات نہیں، کیونکہ) یہ لوگ تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑا مطالبہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے (موسیٰ سے) کہا تھا کہ ہمیں اللہ کھلی آنکھوں دکھاؤ، چنانچہ ان کی سرکشی کی وجہ سے ان کو بجلی کے کڑکے نے آ پکڑا تھا، پھر ان کے پاس جو کھلی کھلی نشانیاں آئیں، ان کے بعد بھی انہوں نے پچھڑے کو معبود بنا لیا تھا۔ اس پر بھی ہم نے انہیں معاف کر دیا، اور ہم نے موسیٰ کو واضح اقتدار عطا کیا۔ اور ہم نے کوہ طور کو ان پر بلند کر کے ان سے عہد لیا تھا، اور ہم نے ان سے کہا تھا کہ (شہر کے) دروازے میں جھکے ہوئے سروں کے ساتھ داخل ہونا، اور ان سے کہا تھا کہ تم ہفتے کے دن کے بارے میں حد سے نہ گزرنا، اور ہم نے ان سے بہت پکا عہد لیا تھا۔ پھر ان کے ساتھ جو کچھ ہوا، وہ اس

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُخَلِّصَهُمْ مِنْ سَيِّئِ مَا فَعَلُوا فَقَالَ أُولَئِكَ فَقَالُوا أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ جَهَنَّمَ فَوَلَّيْنَاهُمُ الضُّعْفَةَ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمْ الْبَيِّنَاتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذَلِكَ وَأَتَيْنَا مُوسَىٰ سُلْطٰنًا مُّبِينًا ۖ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمْ ادْخُلُوا الْبَابَ مَجْدًا ۖ وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ۖ فَمَا تَقِضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ ۖ وَكُفِّرْهُمْ بِأَيْدِي اللَّهِ وَقَتِّلْهُمْ ۖ أَلَا أَتَىٰ بَعْثٌ حَقٌّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۖ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۖ وَكُفِّرْهُمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ هَبْنَاهَا عِظِيمًا ۖ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۖ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۖ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۖ فَبِظُلْمٍ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَزَمْنَا عَلَيْهِمْ ظُلْمًا أَجَلْتُ لَهُمْ وَبِضْلِهِمْ عَنِ سِبْطِ اللَّهِ كَثِيرًا ۖ وَأَخَذَهُمُ الرُّبُ

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَخْلَصُوا إِلَيْهِ بِأَلْبَابِ ط
وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ○ (سورة
النساء: 153-161)

لیے کہ انہوں نے اپنا عہد توڑا، اللہ کی آیتوں کا انکار کیا، انبیاء کو ناحق قتل کیا، اور یہ کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، اس لیے وہ تھوڑی سی باتوں کے سوا کسی بات پر ایمان نہیں لاتے۔ اور اس لیے کہ انہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا، اور مریمؑ پر بڑے بھاری بہتان کی بات کہی اور یہ کہا کہ: ہم نے اللہ کے رسولؐ مسیحؑ ابن مریمؑ کو قتل کر دیا تھا، حالانکہ نہ انہوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کیا تھا، نہ انہیں سولی دے پائے تھے، بلکہ انہیں اشتباہ ہو گیا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے وہ اس سلسلے میں شک کا شکار ہیں، انہیں گمان کے پیچھے چلنے کے سوا اس بات کا کوئی علم حاصل نہیں ہے، اور یہ بالکل یقینی بات ہے کہ وہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل نہیں کر پائے بلکہ اللہ نے انہیں اپنے پاس اٹھا لیا تھا، اور اللہ بڑا صاحب اقتدار، بڑا حکمت والا ہے۔ اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اپنی موت سے پہلے ضرور بالضرور عیسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان نہ لائے، اور قیامت کے دن وہ ان لوگوں کے خلاف گواہ بنیں گے۔ غرض یہودیوں کی سنگین زیادتی کی وجہ سے ہم نے ان پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں جو پہلے ان کے لیے حلال کی گئی تھیں۔ اور اس لیے کہ وہ بکثرت لوگوں کو اللہ کے

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

راستے سے روکتے تھے۔ اور سود لیا کرتے تھے، حالانکہ
انہیں اس سے منع کیا گیا تھا اور لوگوں کے مال ناحق
طریقے سے کھاتے تھے۔ اور ان میں سے جو لوگ کافر
ہیں، ان کے لیے ہم نے ایک دردناک عذاب تیار کر
رکھا ہے۔“

اور جو اس سب کے بعد بھی آنے والے وقت کی سنگینی کا ادراک نہ کر سکے اسے چاہیے کہ اپنی پشت پر صہیونی کوڑے
کھانے کے لیے تیار ہو جائے۔

’آنے والے کل‘ سے پہلے ہی ہم پورے یقین سے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی تباہی، کمزوری اور دنیا کی قیادت سے ان کو
دور کرنے کے لیے صہیونی اور بت پرست گٹھ جوڑ اور عالمی سازش سے خود دنیا کا اپنا نقصان ہو گا، اس کی روح اور اس کا
ضمیر مرج ائے گا۔

استیر کا افسانہ اور یہود کی جدوجہد پر اس کا اثر

تبارخ^۸ میں مذکور ایک مختصر قصہ ’استیر کا صحیفہ‘ ہے، اس قصے کی قانونی اور تاریخی حیثیت کافی متنازع ہے، لیکن یہ ہمارا
موضوع نہیں، ہمارا مقصود اس سے نکلنے والے ’فوائد‘ کا بیان ہے، قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ مردخای نے اپنی حسین و
جلیل بیچازاد بہن کا نکاح فارس کے بادشاہ سے کر دیا، تاکہ اس سے قوم یہود کو فائدہ ہو، بعد ازاں مردخای بادشاہ کو قتل
ہونے سے بچاتا ہے، سو جب یہود کی خباثتوں کی وجہ سے بادشاہ کا وزیر انہیں تباہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو مردخای استیر
کی پناہ میں آجاتا ہے اور چونکہ اس کے حسن و جمال کی وجہ سے بادشاہ اس سے بہت محبت کرتا ہے اس لیے اس کے

’واقعہ کی تفصیلات استیر کے صحیفے میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

’تبارخ: یہود کی تاریخی دستاویز ہے، اس میں تورات اور اس کی پانچ کتب، بادشاہوں اور نبیوں کی تاریخ پر مشتمل ۴۲ کتب، تحریرات یا واقعات
پر مشتمل ۱۳ کتب ہیں، یہ کل ۳۹ کتب ہیں، ان کے علاوہ بھی کتب ہیں جن کی قانونی حیثیت میں بعض یہودی فرقوں کا اختلاف ہے۔

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

کہنے پر یہود کو معافی مل جاتی ہے اور مرد خای یہود کے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے، اور اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر مرد خای بادشاہ کے بعد سلطنت کا سب سے با اختیار فرد بن جاتا ہے، یہود کی نجات کا یہ دن ان کا ایک تہوار بن گیا، جسے عیدِ فوریم یا بوریم کہتے ہیں۔

یہود کی جدوجہد کی داستان اس قصے سے کافی ملتی جلتی ہے، یہود نے بہت جلد ہی⁹ اندازہ کر لیا تھا کہ فیصلوں کے مرکز سے قریب ہونا بہت اہمیت رکھتا ہے اور ان کے مطابق اسی حکمتِ عملی کے ذریعے وہ اپنا وجود اور تسلط باقی رکھ سکتے ہیں، اپنی پوری تاریخ میں یہود کی کوشش یہ رہی ہے کہ وہ ایک مناسب فاصلے کے ساتھ حاکم کے قریب رہیں، تاکہ مناسب وقت پر مدد، رشوت اور عورتیں پیش کر کے اپنا آٹو سیدھا کر سکیں، حاکم اور سلطنت کے اعلیٰ حکام کی مالی مدد کے لیے انہوں نے کئی ادارے اور تنظیمیں بنائیں اور آخر کار دوسرے یہود کی نیابت میں یہ کام صہیونیوں کے سپرد ہوا، برطانیہ جب ایک عظیم سلطنت تھا اس وقت روتھ شیلڈ نے یہی حکمتِ عملی اختیار کی اور اس سے 'اعلانِ بالفور' حاصل کیا، گزشتہ صدی کے نصف سے صہیونیوں نے امریکہ میں ایپک (AIPAC) 'انامی تنظیم قائم کی ہے جو رشوت دیتی ہے اور صدارت و کانگریس کے امیدواروں کو انتخابی مہم کے لیے فنڈ فراہم کرتی ہے، یوں یہ صہیونی وائٹ ہاؤس اور کانگریس میں ہونے والے فیصلوں پر اپنی گرفت یقینی بناتے ہیں، بالخصوص ایپک (AIPAC) 'اکا کوئی مخالف نظریے والا مد مقابل ہے ہی نہیں، سو وہ تنہا امریکہ کے طول و عرض میں دندناتی پھرتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور مغربی یورپ بالخصوص پروٹسٹنٹ ممالک میں فیصلے صہیونیوں کے ہاتھ میں ہیں، کوئی مسلمان اس سب کو بدلنے کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا (سوائے اس کے کہ اللہ کی مشیت ہو) بالخصوص اس

⁹ بطور دین یہود و یہودیت کی تاریخ کا آغاز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر نبوت ملنے کے بعد فرعون کے محل واپس آنے سے ہوتا ہے۔

American Israel Public Affairs Committee¹⁰

¹⁰ تبدیلی لانے والوں (جن میں فردی جہاد کے شیر سر فہرست ہیں) کے اہداف کے ضمن میں اس تنظیم کے ذمے داران اور پس پردہ ڈوریں ہلانے والے ضرور شامل ہونے چاہئیں۔

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

حالت میں کہ اکثر مسلم حکمران^{۱۲} اور اقتدار کی کرسی سے چٹے عرب حکام صہیونیوں کے غلام اور لشکری ہیں، اور ویٹو کی چھتری خونخوار یہودیوں کو قتل عام کی سہولت فراہم کرتی رہے گی۔

ارشاد باری ہے:

”ان کے ساتھ معاہدہ کیسے برقرار رہ سکتا ہے جبکہ ان کا
كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلَّا ذِمَّةً
يُضَوِّنُكُمْ بِأَقْوَاهِمُمْ وَتَأْتِي قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ
فَيَسْقُوتُ. (سورة التوبة: ۹)

معاملے میں نہ کسی رشتے داری کا خیال کریں اور نہ کسی
معاہدے کا؟! یہ تمہیں اپنی زبانی باتوں سے راضی کرنا
چاہتے ہیں، حالانکہ ان کے دل انکار کرتے ہیں اور ان
میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔“

سو! ان سے انسانی ضمیر کی بابت بات کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اسے تو یہ جاننے ہی نہیں، چہ جائے کہ انہیں اسے
کھونے کا شعور ہو، اس کا راگ تو وہ محض قوموں کو غافل کرنے اور ان کے استحصال کے لیے الاپتے ہیں، یہ صرف
قوت کا حق جانتے ہیں، طاقتور جو چاہیں لے لیں، اور ایسا نظام نافذ کرتے ہیں جو صرف ان کی اغراض کو پورا کرتا ہے اور
بس۔

مذکورہ بالا حقائق کی ’تاریکیوں‘ کے ضمن میں ہی یوکرین اور فلسطین کی بابت صہیونی تضاد بھی ہے، صہیونی یوکرین میں
رنگدار [نیل پیلی] آنکھوں اور سفید چمڑی والوں کا دفاع نہیں کر رہے، یہ تو نسل پرست مغربی رائے عامہ کو اپنے حق

”ہماری امت کو کسی کی چالپوسی کرنے کی ضرورت ہے بھی نہیں، قوت و عظمت کے سارے عناصر اس میں موجود ہیں، اس کے لیے اتنا ہی
کافی ہے کہ اپنے رب کی طرف لوٹے، قوت کے اسباب اختیار کر کے سیاسی طور پر خود مختار ہو اور عالمی سیاست پر اثر انداز ہو، پھر دنیا کی
دوسری اقوام اس سے دوستی کی طالب ہوں گی، لیکن اس امت کے حکام نے اپنے رب کی نافرمانی کی، اپنی خودی کھو دی، اپنی امت کو ذلیل
کر دیا، اور اس کے دشمن کے آگے جھک گئے، آج ہماری اقوام پر جو بیت رہی ہے وہ اس خاموشی اور ظلم کو برداشت کرنے کا نتیجہ ہے۔ ارشاد
باری ہے: إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَتَابِقًا حَتَّى يُغَيِّرَ مَا بِأَنفُسِهِمْ. (سورة الرعد: ۱۱) ”یقیناً جانو کہ اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب
تک وہ خود اپنے حالات میں تبدیلی نہ لے آئے۔“

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

میں ہموار کرنے کا ایک حربہ، دوسرے انسانوں کی تحقیر اور اپنی برتری کا زعم ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کا مفاد ہی ان کے انصاف کے پیمانے طے کرتا ہے، سو ان کا مفاد ہی ہے جو کسی بھی جدوجہد کو عادلانہ قرار دے کر اپنی جان کے دفاع کا حق دیتا ہے، گو وہ ان کے اپنے ہاتھوں سے لکھے اصولوں کے خلاف ہو، یوکرین کو قابض روس کے خلاف اپنے دفاع کا حق اس لیے ہے کہ یوکرین یورپ اور مغرب کا پہلا دفاعی خطہ ہے، اگر روس نے اسے عبور کر لیا تو یورپ کے لیے روس کے آگے سرینڈر ہونے یا ایک نئی عالمی جنگ میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو گا۔ رہا فلسطین تو یہاں قابض یہود کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مظلوم فلسطینیوں (جن کی زمینیں اس نے قبضہ کی ہوئی ہیں) کے خلاف اپنا دفاع کرے، کیونکہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں مغرب کا ہر اول دستہ یہی یہود ہیں۔ جو چیز ان کے حق میں ہو اسے یہ جائز بنا دیتے ہیں اور حقائق کو پوری ڈھٹائی کے ساتھ اپنی من پسند شکل میں پیش کرتے ہیں اور خود اپنے بنائے معاہدوں اور عالمی قانون کی پابندی نہیں کرتے، اور اگر کوئی ان کے ساتھ بحث کرے اور انہیں آئینہ دکھانے کی کوشش کرے تو وہ ان کے میڈیا کے طوفان بد تمیزی، الزام تراشی اور بد اخلاقی سے ہر گز نہ بچ سکے گا۔

تاریکی کی اس گھنگھور گھٹائے ہم یہ بات بھی یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ مسلم دشمن مغربی صہیونی لابی (امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی وغیرہ) غرہ کے زخم خوردہ عوام پر حصار مزید تنگ کرنے کے لیے سفاک نیتن یاہو کے محض اشارے کی منتظر ہے، سفاک نیتن یاہو نے ابھی دعویٰ ہی کیا تھا کہ 'اونروا' کے بعض ملازموں نے سات اکتوبر کی کارروائی میں حصہ لیا ہے کہ ان ملکوں نے اس کے دعوے کی تحقیق کیے بغیر ہی 'اونروا' کے لیے اموال کی ترسیل پر پابندی لگا دی، حالانکہ ان ملکوں کو یقین تھا کہ سفاک نیتن یاہو بدترین جھوٹا ہے، لیکن، تاکہ غرہ میں مسلمانوں کے گرد گھیرا تنگ کر کے، ان کا گلا گھونٹ کر، بھوکا مار کر اس الم ناک داستان کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے، یہود کو راضی کرنے کے لیے مغرب کے ان تیز ترین اقدامات کی اس کے سوا اور کوئی توجیہ نہیں کی جاسکتی کہ یہ یہودی اور غیر یہودی صہیونی مل کر مسلمانوں کو ختم کرنے کا مشترکہ محاذ تشکیل دے رہے ہیں، غرہ تو صرف آغاز ہے، دور یا سستی حل کے ذریعے لوگوں کو دھوکہ دینے کا کوئی فائدہ نہیں، فلسطینی قوم کو صرف زندگی گزارنے کے لیے بھی چپہ بھر زمین

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

نہیں دی جائے گی، کجا یہ کہ انہیں اس پر حکومت کا حق دیا جائے، منزلیں تمناؤں سے نہیں ملتیں، دنیا کو تو طاقت سے چھینا جاتا ہے۔

ان یہود کی گمراہی کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں کی رو سے میں کہتا ہوں: یہود کی تاریخ عبرت ناک واقعات اور تجربات سے بھری پڑی ہے، لیکن اس سے انہوں نے کوئی سبق حاصل نہیں کیا^{۱۴}، ان سے انہوں نے ہدایت و توفیق کے بجائے الناسر کشی سیکھی، ارشاد باری ہے:

كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّاظٍ ۚ (سورة العلق: 6-7)
”حقیقت یہ ہے کہ انسان کھلی سرکشی کر رہا ہے، کیونکہ اس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے۔“

انہیں کبھی بھی ایسا قدم اٹھانے میں کامیابی نہیں ہوئی جو انہیں اللہ یا اس کے بندوں کے قریب کر دے، کیونکہ یہود وہ قوم ہے جو باطل کا ارادہ کرتی ہے، پھر اسے کر گزرتی ہے، انہوں نے اپنے نبیوں کو قتل کیا، اللہ کے منہج کو چھوڑ دیا، اللہ کے ولیوں سے جنگ کی اور اب بھی کر رہے ہیں، اہل حق کو تکلیفیں دیتے ہیں، کسی کے ساتھ گھلتے ملتے نہیں، اپنے اندر ایسی بے بنیاد نسل پرستی پروان چڑھاتے ہیں جو انہیں بقیہ دنیا سے تنہا کر دیتی ہے، یہ وہ خذلان بے توفیقی ہے جو اللہ اس پر ڈالتا ہے جس پر اس کا غضب ہو، لہذا انہیں کبھی بھی توفیق نہیں ہوگی کہ وہ بقیہ انسانوں کے ساتھ مل جل کر رہیں، ان کا انجام قریب ہے، اور ہر گزرتا دن انہیں ان کے یقینی انجام کے قریب ہی کر رہا ہے، ہم پر لازم ہے کہ ان پر نظر رکھیں، ان کے مستقبل کی سازشوں کا اندازہ لگائیں اور ان سے لڑیں، ہمیں یقین ہے کہ یہ شکست ہی کھائیں گے، خواہ اس میں کم وقت لگے یا زیادہ، اور جب ان کا ’نفیر‘^{۱۵} کا مرحلہ پورا ہو جائے گا تو دوبارہ ان کے وجود کا کوئی نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔

^{۱۴} انبیاء کی اتباع کر کے ہدایت کی راہ اختیار کرنے والے اس سے مستثنیٰ ہیں۔

^{۱۵} ارشاد باری ہے: ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَلْفَكَةً بَالِغَةً وَأَمَدَدْنَاهُ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاهُ أَكْبَرًا تَقِيًّا ۚ (سورة الاسراء: 6) ”پھر ہم نے تمہیں موقع دیا کہ تم پلٹ کر ان پر غالب آؤ، اور تمہارے مال و دولت اور اولاد میں اضافہ کیا، اور تمہاری نفری پہلے سے زیادہ بڑھادی۔“

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

یہود کی سرکشی و بے باکی کی ایک مثال نیتن یاہو اور اس کے اعصاب زدہ ٹولے کا وہ رویہ ہے جس سے وہ بائینڈن اور امریکہ کی بھی تذلیل کر رہے ہیں، حتیٰ کہ امریکہ بھی اپنی ناک بچانے کے لیے اردن کی طرح ہوائی جہاز سے سامان گرا کر اہل غرہ تک امداد پہنچانے پر مجبور ہے، حالانکہ مجرم بائینڈن بحری اور فضائی پل بنا کر یہود کی ساری ضروریات ان تک پہنچا رہا ہے، نیتن یاہو کے سلوک سے بائینڈن کے صبر کا پیمانہ لہریز ہو یا نہ ہو، وہ بہر صورت صہیونی ریاست کی مدد کرنے کا پابند ہے، خواہ نیتن یاہو یا کوئی اور اس کی کتنی تذلیل کرے، بعض کا گمان یہ ہے کہ نیتن یاہو کا بائینڈن کو ذلیل کرنا صرف دکھاوا ہے، سارے احتمال موجود ہیں، اگرچہ یہ انتخابات کا سال ہے اور کوئی بھی کمزور صدر کو منتخب نہیں کرنا چاہتا، لیکن اس ذلت آمیز سلوک میں دو باتیں ہیں، یا تو یہ کہ نیتن یاہو اس حال کو پہنچ گیا ہے کہ اس نے پورے مغرب کو مشکل میں ڈال دیا ہے یا یہ کہ یہود مغرب پر اپنے تسلط کی نمائش کرنا چاہتے ہیں، مغرب کے ساتھ وہ اپنا معاملہ طے کر چکے ہیں اور اس کا کردار بھی متعین کرنا جدید ہے، مغرب کا کام محض مدد فراہم کرنا ہے، نہ کہ مشورہ اور رائے دینا۔

سبھی نفاق کے فن کے ماہر ہیں، مصر، اردن، امارات اور ترکی کے حکمران خود کو بڑا جری و بہادر دکھاتے ہیں، پہلے دو ملک [مصر و اردن] اہل غرہ کی امداد کے لیے تھوڑا بہت سامان جہازوں سے گراتے ہیں جو جانیں بچانے کے بجائے الٹا ان کے اتلاف کا سبب بنتا ہے دراصل لیکہ ان دونوں ملکوں کی راہداری سے گزر کر ہر طرح کی اشیائے ضرورت کے قافلے کے قافلے مقبوضہ فلسطین میں یہود تک پہنچتے ہیں، تیسرے ملک [امارات] کے مسافر جہاز ان زغیوں کو منتقل کرتے ہیں جنہیں خود ان کے ہی جنگی جہازوں نے مقبوضہ فلسطین میں یہود کی مدد کی خاطر اپنی بمباری کا نشانہ بنایا ہے، چوتھے ملک [ترکی] کا حکمران اپنی باتوں میں تو اہل غرہ کی نصرت کے لیے بڑی جرأت دکھاتا ہے لیکن اس کی اپنی کشتیاں مقبوضہ فلسطین میں یہود کو ان کی ضرورت کی ہر چیز پہنچاتی ہیں۔ یہ سب کس قدر پستی میں گر گئے ہیں!

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

خطے میں اسرائیل کا ناسور کیوں بویا گیا؟

مقبوضہ فلسطین میں صہیونی وجود^{۱۶} امریکہ و مغرب کا ہر اول دستہ اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف صلیبیوں اور صہیونیوں کی دیرینہ عداوت کی وجہ سے ان کے باہمی اتحاد کا شاخسانہ ہے، اس صہیونی وجود سے ان کا مقصد اپنے تاریخی، سیاسی، اقتصادی، دینی اور معاشرتی اہداف کو حاصل کرنا ہے، مثلاً: یہود کے بادشاہ (دجال) کے ظہور کے لیے راستہ ہموار کرنا، القدس پر قبضہ کرنا اور مسیحی مقدسات کی حفاظت کرنا، قوت حاصل کرنے یا حقیقی ترقی کی کوشش سے مسلمانوں کو باز رکھنا، اپنے آلہ کار حکمرانوں بالخصوص مصر، اردن اور خلیجی ممالک کی حکومتوں کا تحفظ کرنا، خطے کی تاریخ میں تحریف کر کے اسے مسخ کرنا (کہ اس پر اصل حق یہود کا ہے)، مسلمانوں کے مابین داخلی اختلافات پیدا کر کے اور انہیں ہوا دے کر انہیں حقیقی دشمن^{۱۷} سے غافل کرنا، خطے کو از سر نو تقسیم کر کے ایسے چھوٹے چھوٹے راجاؤں سے بنانا جو کسی کام کے نہ ہوں اور انہیں اشاروں پر نچانا آسان ہو، وسائل پر قبضہ اور سمندر و خشکی کی تجارتی گزرگاہوں پر قابض ہونا، سر زمین توحید میں الحاد کی دعوت کو فروغ دینا، تفریح کے نام پر بے حیائی اور زنا کاری سے خطے کے بایسوں کا دین خراب کرنا، ہم جنس پرست مردوں اور عورتوں کو مدد فراہم کرنا، مسخ فطرت کی حامل تحریک نسوانیت کی علمبرداروں کی مدد کرنا، ان مقاصد کو پورا کرنے کے لیے ہر اول دستوں، طیارہ بردار بحری بیڑوں اور بحری جنگی جہازوں کی ضرورت ہے، خلاصہ یہ کہ خطے میں یہودی وجود اور اس کا صہیونی رکھوالا اسلام اور مسلمانوں کے

^{۱۶} بعض لوگ کہتے ہیں کہ صہیونی فکر کا آغاز سترہویں صدی کے انگلستان میں بعض متشدد پروٹسٹنٹ حلقوں میں ہوا، جو واپسی کے عقیدے کے قائل تھے، جس کا مطلب تھا کہ یہود واپس فلسطین لوٹیں تاکہ خلاصی ملے اور مسیح دوبارہ لوٹ آئیں، لیکن یہودیوں کے انگلستان کے سیکولر استعماری حلقوں نے ان نظریات کو سیکولر بنا کر اپنایا، پھر انیسویں صدی کے وسط میں یہ نظریات ان مفکروں کے ہاتھوں حتمی شکل کو پہنچے جو نہ صرف یہ کہ غیر یہودی تھے بلکہ یہود و یہودیت کے دشمن تھے، یہ بات قابل توجہ ہے کہ صہیونیت دراصل اس عمل کا رد عمل تھا جسے یہود 'نسائی عداوت کا نام دیتے ہیں، اور اس کا مقصد براعظم یورپ میں یہودی کی حالت زار کو بدل کر ان کی ایک ایسی قومی حکومت کا قیام تھا جو دنیا کے یہود کو ایک جگہ اکٹھا کر دے۔ از ویکیپیڈیا

^{۱۷} 'ہم حکومتیں کس قدر گر گئی ہیں! فنبال کی خاطر مصر والجزائر میں دشمنی کو فروغ دیا جاتا ہے، یہ بھلا دیا جاتا ہے کہ دس رمضان کی جنگ میں مصر کی سب سے زیادہ مدد الجزائر نے کی تھی۔

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

خلاف ایک مکمل جنگ کا سامان ہے، صہیونی اصل دشمن ہیں، خواہ ان کے نام کچھ ہوں، مثلاً: یہود، یورپی، امریکی، عرب حکومتیں وغیرہ۔

بنابریں نسل در نسل چلنے والے کچھ دینی اسباب بھی ہیں جنہیں پہلے صلیبی حملوں سے تعبیر کیا گیا ہے، بلاشبہ امریکہ کی مسیحی صہیونی سوچ پر اس کا بھی بڑا اثر ہے، اسی لیے وہ یہود کی غیر مشروط و غیر محدود مدد کرتا ہے، جیسا کہ خبیث امریکی سینئر لنڈسی گراہم اور اس کے ساتھی کر رہے ہیں۔ اپنے دشمنوں کی بربادی کے لیے تاریخ میں استعمال ہونے والا سب سے بڑا محرک اور جواز دینی رہا ہے اور آج بھی ہے۔

اس کے علاوہ کچھ ارض سیاسی اور اقتصادی اسباب بھی ہیں جن کا تعلق فلسطین کے تزویراتی محل وقوع سے ہے، یہ مشرق و مغرب کے بیچ ایک خشکی کی گزرگاہ بھی ہے اور اس کے ساحل بقیہ شام اور مصر کے ساحلوں سے مل کر بحر احمر اور بحر متوسط کے ذریعے مشرق سے مغرب کی راہداری ہیں، یقیناً یہ سب بھی انہیں ابھارتا ہے کہ وہ یہاں قبضہ کر کے اپنے سیاسی اور اقتصادی مفادات کی حفاظت یقینی بنائیں، خلیج کے تیل پر قبضے کی روسی آرزو کو ختم کریں اور عرب منڈی میں چین کے حصے کو محدود کریں اور تبدیلی کے لیے آنے والے کسی بھی داخلی انقلاب کا رخ بدلیں اور اسے ناکام بنائیں۔

سفاک نیتن یاہو اور اس کے اعصاب زدہ شرکاء کے خیال میں سات اکتوبر کی مبارک کارروائی کی بابت ان کی شرمناک ناکامی کا حل یہی ہے کہ وہ اہل غزہ پر تباہی مسلط کرنے کے ساتھ ساتھ باقی مسلمانوں کو بھی بھڑکا کر جنگ کا دائرہ وسیع کریں اور اسے خطے کی یا ممکن ہو تو عالمی جنگ بنادیں، وہ موجودہ صورتحال سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں کہ بقیہ لوگوں کے تیار اور ہوشیار ہونے سے پہلے ہی ایک ایک کر کے مشرق وسطیٰ میں اپنے سارے دشمنوں کا صفایا کر دیں، تاکہ خطے کی دوبارہ بندر بانٹ ہو اور وہ اپنے 'ادھام کی سرزمین' (نیل سے فرات تک) پر قابض ہو کر ہیکل کی تعمیر کریں، یہ نیتن یاہو کا بیداری کی حالت میں سب سے حسین خواب ہے۔ اگرچہ عالمی صہیونیت جنگوں کی آگ بھڑکانے اور اسے ہوا دینے کی ماہر ہے، بالخصوص اپنے دشمنوں اور ان کی مخالف تبدیلی کی تحریکات یا کمزور حکومتوں کے درمیان، تاکہ

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

سب جنگی نقصانات کی وجہ سے کمزور ہو جائیں، جیسا کہ یوکرین میں ہو رہا ہے، لیکن اب کی دفعہ نتیجہ ان کی چاہت کے مطابق ہر گز نہیں ہو گا۔

گزشتہ صدی کے کئی تجربات بالخصوص رواں صدی کے شروع میں افغانستان کے تجربے کے بعد مغرب اور امریکہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جنگ میں براہ راست شمولیت سے اجتناب کی حکمت عملی اختیار کرنے میں ہی بہتری ہے، بلکہ صرف طاقت کی نمائش اور ایک فریق کی مدد اور اس کو اموال کی ترسیل پر ہی اکتفا کیا جائے اور اسی سے اس کی عسکری قوت کو نچوڑا جائے اور اس کی معیشت کو کمزور کیا جائے اور سیاسی طور پر اسے تنہا کر دیا جائے، جیسا کہ یورپ اور امریکہ کے مغربی صلیبی صہیونی 'نرم قوت' کے استعمال سے اپنے دشمن کے اتحاد کو دھیرے دھیرے پارہ پارہ کر رہے ہیں، نظریاتی اختلاف پیدا کر کے ان کے نقطہ وحدت کو توڑ رہے ہیں، سو جب منتشر ہو کر ان کی غالب قوت ختم ہو جائے گی تو ان کا کام تمام کرنا بھی آسان ہو جائے گا، اس حکمت عملی سے صلیبی صہیونی مغرب بہت بڑے خسارے سے بھی بچ جائے گا سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی، امریکہ نے صرف افغانستان میں انسانی جانوں کے ناقابل برداشت نقصان کے علاوہ دو ٹریلین ڈالر کا خسارہ اٹھایا ہے۔

روس یوکرین جنگ میں ہم براہ راست ٹکراؤ سے بچنے کی اس حکمت عملی کو اس کی مثالی شکل میں دیکھ سکتے ہیں، یوکرین کے محاذ پر مغرب، مشرق کے خلاف اپنے دفاع کی جنگ لڑ رہا ہے، یوکرینی فوج میں پھیلی کرپشن کے باوجود اس کو درکار اسلحہ اور پیسے مغرب اسے فراہم کر رہا ہے، لیکن یہ جنگ سبھی کو ایک بھیانک انجام کی طرف لے جا رہی ہے، قریب ہے کہ امریکہ یوکرین کو دور مار میزائل دے دے، جو کہ ایک عالمی جنگ کا پیش خیمہ بھی ثابت ہو سکتا ہے، بطور خاص جبکہ کہا جا رہا ہے کہ روس خلا میں جنگ کے لیے تیاریاں کر رہا ہے۔ خواہ کتنی احتیاط اور عقلمندی سے چالیں چلی جائیں، لیکن جب میدان میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں اور اربابِ اقتدار طاقت کے نشے میں چور ہوں تو عقلیگی کہنا مشکل ہے کہ جنگ کی نوعیت کیا ہوگی! اور کہاں پہنچ کر ختم ہوگی؟! لیکن اگر جنگ کا کوئی نتیجہ سامنے آئے تو اس

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ بہت بھیانک ہو گا، لیکن جو اس جنگ میں شریک نہیں ہوں گے ان کے لیے یہ سب (عالمی طاقتوں کی تباہی) فاصلوں کو کم کرنے کی جانب ایک قدم ہو گا^{۱۸}۔

ہم دیکھتے ہیں کہ فلسطین کے متعلق بھی مغربی حکمتِ عملی یہی براہِ راست ٹکراؤ سے گریز کی ہے، خطے میں نئے نظام کے قیام کے لیے امریکہ کو مشرق وسطیٰ میں ایک کھلی جنگ میں دھکیلنے کی نیتن یاہو^{۱۹} کی پوری کوشش کے باوجود بھی امریکی اور یورپی ردِ عمل نے یوکرین والی پالیسی سے سرِ مو بھی تجاوز نہیں کیا، حالانکہ بحرِ احمر میں مغربی مفادات کو نشانہ بنایا گیا، یہودی بحری جہازوں بعد ازاں برطانوی اور امریکی بحری جہازوں پر باب المندب کا راستہ بند کرنے کی کوششوں میں پوری سمندری تجارت کو خطرے میں ڈال دیا گیا، لیکن اس سب کے جواب میں مغرب نے زمینی فوج کشی کے بغیر محض فضائی بمباری پر اکتفا کیا، اس کے بہت سے اسباب ہیں، جن میں ایک سبب یہ ہے کہ انہیں جبوتی میں موجود اپنے عسکری اڈوں کا خوف ہے، کیونکہ وہ یمنی قوم اور صومالی مجاہدین کی دسترس میں ہیں، اور انہیں علم ہے کہ یمنی قوم ایک مسلح اور جنگجو قوم ہے، اگر صہیونی عرب اپنے مظالم اور بے مقصد جنگ مسلط کر کے یمن میں القاعدہ کے مجاہدین اور یمنی قبائل کی بندوق کارخ اپنی طرف نہ موڑتے تو ہم ان ایمان و حکمت کی سرزمین کے باسیوں کی طرف سے امت کی وہ مدد دیکھتے جو دلوں کو خوشی سے بھر دیتی، اس خطے کی اقوام کے لیے یہود، صلیبی مغرب اور ان

^{۱۸} لیکن فاصلوں کی یہ کمی کن کے درمیان ہو گی؟ اور کس بنیاد پر ہو گی؟ کیا جنگ سے پہلے کے کمزوروں اور طاقتوروں کے درمیان فاصلے کم ہوں گے؟ یا انسانیت اس سے سبق سیکھ کر رواداری کے ساتھ مل جل کر رہنے کا ایک ایسا نظریہ وضع کرے گی جس سے جنگ کا امکان ختم ہو جائے؟ یا پھر اسلام اور مسلمان ایک بار پھر دنیا کی قیادت سنبھالیں گے؟

^{۱۹} اسفاک نیتن یاہو کے خیال میں یہ خطے میں یہود کے مستقبل کو درپیش کسی بھی خطرے سے نمٹنے کا بہترین موقع ہے، اس کا خیال ہے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ساکس نیکیو کے بعد ایک بار پھر خطے کے ممالک کی بندر بانٹ کی جاسکتی ہے۔ لیکن کیا سفاک نیتن یاہو کوئی ایسا آرہ یا پاروالا جنگی اقدام کر سکے گا جس وہ خطے کو ایک کھلی جنگ میں دھکیل کر امریکہ اور اس کے یورپی دم چھلوں کو بھی میدان میں گھسیٹ لائے؟ میرے خیال میں یہ احتمال بھی بعید نہیں، یوکرین اور فلسطین میں عالمی جنگ کا ٹبل پوری قوت سے پھیلنا جا رہا ہے اور کسی معمولی واقعے سے بھی اس کے شعلے بھڑک سکتے ہیں۔

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

دونوں کو حرکت میں لانے والی صہیونی مشینری سے نفرت کے اسباب بہت زیادہ ہیں اور یہ اقوام کسی بھی وقت ان کے خلاف حرکت میں آسکتی ہیں۔

سابقہ ساری باتوں کا خلاصہ ڈاکٹر عبدالوہاب مسیری کے الفاظ میں کچھ یوں ہے: اسرائیل محض ایک طیارہ بردار بحری بیڑا ہے، قابض دشمن فلسطینیوں کو کبھی بھی کوئی حق نہیں دے گا، مزاحمت ہی اصل حل ہے، اسرائیل کی تباہی یقینی ہے، پیشہ ور صہیونی زیادہ خطرناک ہے۔

یہ بیان کرنا بھی اشد ضروری ہے کہ یہود کے لیے امداد لے جانے والے بحری جہازوں کو باب المندب میں نشانہ بنانے کی کارروائی نے صلیبی صہیونی مغرب کے سارے اندازوں کا بیڑہ غرق کر دیا ہے، یہ کارروائیاں تو محض ایک آغاز ہیں اور ان سے خطے کی دیگر اقوام کو بھی یہ شعور ملے گا کہ اس طرح کی خفیہ کارروائیوں سے خطے میں، مغرب میں بلکہ جہاں کہیں بھی امریکی اور مغربی مفادات ہوں، انہیں ہدف بنایا جائے، اور اگر رمضان کا مہینہ شروع ہونے کے بعد بھی استقامت کے استعارے 'غزہ' میں مسلمانوں کا قتل عام اسی طرح جاری رہا تو عیاشی و حرام کاری میں مگن حکمرانوں سے مایوس خطے کی اقوام کے پاس اس کے سوا کوئی اور منطقی اقدام نہیں ہو گا۔ اور بے شک آنے والا کل دیکھنے والے کے لیے قریب ہی ہے۔

بہت جلد (ان شاء اللہ) قوموں پر لازم ہو گا کہ وہ تماشائی کی جگہ چھوڑ دیں، امت اور اس کے مصاحلہ دفاع کریں، اور اپنے خطوں کو آزاد کروائیں، عسکری، سیاسی اور ذہنی استعمار کی برتری کے دور کو ختم کریں، تاکہ امت دوبارہ اٹھ کھڑی ہو اور اپنا وہ حقیقی کردار نبھائے جس کی اس سے توقع کی جاتی ہے یعنی دنیا کی قیادت کرے۔

یہ موضوع ابھی باقی ہے۔

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

بحر احمر کی حکمتِ عملی

بحر احمر سکیورٹی کے لحاظ سے نیز سیاسی اور اقتصادی حوالے سے بہت سی خصوصیات کا حامل ہے، اس کی سٹریٹیجک حکمتِ عملی کو بنانے میں ان نزاکتوں کو مدِ نظر رکھنا از بس ضروری ہے، تاکہ امتِ مسلمہ اور بقیہ دنیا دونوں کے مقاصد پورے ہوں۔ دنیا کو تو بس ایک ایسی پرامن بحری گزر گاہ چاہیے جہاں تجارتی سرگرمیاں بلا توقف جاری رہیں، جبکہ امتِ مسلمہ کے لیے سب سے پہلی ترجیح اپنے مقدمات کی حفاظت اور سلامتی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ایک صبح اٹھ کر دیکھیں تو مغرب کے بحری بیڑے اور صہیونیوں کے جنگی جہاز مسلمانوں کے قبلہ، اللہ کے حرمت والے گھر اور نبی کریم ﷺ کے روضے کی سلامتی کے لیے خطرہ بنے ہوئے ہوں (لا قدر اللہ)، جیسا کہ آج یہ اپنے انہی جنگی آلات سے فلسطین کا محاصرہ کر کے مسجد اقصیٰ کے انہدام (لا قدر اللہ) اور ہیکل کی تعمیر کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ بحر احمر میں کفار کی تجارتی (چہ جائیکہ جنگی) کشتیوں کا محض گزرنا بھی ایک بھیانک نتائج کی حامل سٹریٹیجک غلطی ہے، اگر فرزندِ انِ امت نے اس خطرے کے آگے بند نہ باندھا تو ہمارے بدترین اندیشے جلد حقائق کا روپ دھار لیں گے اور ہم اقصیٰ اور غصب شدہ اسلامی خطوں کی آزادی کی تحریک میں تو کیا شمولیت کریں گے، ہم (خدا انخواستہ) عملاً مقدس ترین خطہ ارضی بیت اللہ شریف کے امن و سلامتی کو بھی کھودیں گے! خبیث سلمان اور فسق و فجور کے داعی اس کے مجرم بیٹے کے کرتوتوں کے اصل ہدف کا ہم اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ دونوں ’وہ کچھ‘ کر رہے ہیں جو یہود اہل فلسطین کے ساتھ نہیں کر پائے، یہ خبیث حرین کے بیٹوں کی غیرت و شرافت کا قتل کر رہے ہیں، تاکہ حرم کو کوئی پاسبان نہ مل سکے۔

بحر احمر خالص اسلامی سمندر ہے، جس میں مسلمانوں کا کوئی سا جھے دار نہیں، اسے آٹھ اسلامی ممالک گھیرے ہوئے ہیں: شمال کی جانب سے (مصر، فلسطین اور اردن)، مشرقی طرف سے (حجاز و یمن)، مغرب کی سمت سے (مصر، سوڈان، اریٹریا اور صومالیہ)، جنوب کے رخ سے (صومالیہ اور عدن)۔ بحر احمر کا مسلمانوں کے مقدس ترین مقامات

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

(حرمین شریفین) کے دفاع میں بنیادی کردار ہے، یہ مکہ و مدینہ کی سلامتی کا ضامن اور بیت اللہ شریفؐ کی حفاظت کا باڑھ ہے، یہاں مسلمانوں کے علاوہ کسی اور کو جہاز رانی کی اجازت دینا درست نہیں۔ اور دشمن کے جنگی جہازوں کو اس میں داخل ہونے سے روکنا واجب ہے، ہم دشمن کی کشتیوں کو بھلا کیسے اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ بیت اللہ شریف سے محض ۱۰۰ کلومیٹر کے فاصلے پر موجود ہوں؟

چونکہ تجارتی کشتیاں بھی جاسوسی کے لیے استعمال ہوتی ہیں اور ہم پر لازم ہے کہ ہم انہیں بحر احمر میں داخلے سے روکیں، اس لیے مصر اور یمن کے ذمے اس کے دونوں دروازوں کی حفاظت ہے، عدن کی بندرگاہ اس کا جنوبی جبکہ پورٹ سعید اور نہر سوئز اس کا شمالی دروازہ ہے۔ عدن اور پورٹ سعید ان دو شہروں میں سامان اتار اور لاد جائے، ان دونوں شہروں کی بندرگاہوں میں جہازوں کے لیے بڑے بڑے پلیٹ فارم اور سامان رکھنے کے لیے دنیا کے سب سے بڑے تجارتی گودام ہوں، بحر احمر میں صرف اور صرف مسلمانوں کے جہاز حرکت کریں، تاکہ بیت اللہ شریف کی حفاظت کو یقینی بنایا جاسکے، ایسے شاندار اقتصادی منصوبے کو عمل میں لانے کی اجازت دی جائے جو عالمی تجارت میں

۲۰ جس دن ابن سلمان کعبہ کی چھت پر چڑھا اس نے مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کو کئی پیغامات دیے، دشمنوں کو تو اس نے یقین دلایا کہ وہ پرانے وعدوں کی پاسداری کرے گا اور ان کی رضا کے حصول کے لیے سب حدیں پار کر کے مقدسات کے ساتھ آل سعود کے کھلوڑے کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گا اور مسلمانوں کے لیے اس کا پیغام اس ارشاد خداوندی کا مصداق تھا: کیسے اور اگر انہیں تم پر غلبہ مل جائے تو یہ تمہاری بابت نہ ہی کسی رشتے ناطے کی پروا کریں اور نہ کسی معاہدے کی، یہ تو بس تمہیں اپنے منہ (کی باتوں) سے خوش کرتے ہیں، حالانکہ ان کے دل (ان باتوں پر عمل سے) انکاری ہیں اور ان میں سے اکثر تو ہیں ہی نافرمان (اور بد عہد) (سورۃ التوبہ: ۸)

اور چونکہ یہ حرام کاری پھیلاتے اور اسے پسند کرتے ہیں اس لیے میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ انہیں اس آیت کا بھی مصداق بنائے: جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں برائی کی اشاعت ہو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے جبکہ تم نہیں جانتے۔ (سورۃ النور: ۱۹) کیا یہی بد بخت بن سلمان اور اس کا دلال ترکی آل شیخ ہی نہیں جنہوں نے موسم الریاض میں بے حیائی اور زنا کی محفلیں منعقد کیں اور حجاز میں بحر احمر فیسٹیول منعقد کیا، حرم سے سو کلومیٹر سے بھی کم فاصلے پر جدہ میں، حرم کی امام (سڈیس) اور دوسرے بھی کئی سرکاری علماء اب بھی مسلمانوں کو اس کے شرعی حاکم ہونے کا دھوکہ دیتے ہیں اور اس کے لیے حرم کے منبر پر دعائیں کرتے ہیں۔ کیا آپ نے ملاحظہ کیا کہ سعودی ریاست کے قیام اور اس کے انہدام کے متضاد اسباب میں آل سعود اور آل شیخ کس طرح ایک دوسرے کے شریک ہیں؟

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

مسلمانوں کے حقوق کا ضامن ہو، اور بحر احمر پر انہیں حقیقی معنوں میں سیاسی اور عسکری برتری دلائے، اس پر سے صہیونی تسلط کا خاتمہ کرے اور ان کی کشتیوں کی وہاں موجودگی کا راستہ روکے اور امت کو اس کی عظمتِ رفتہ کا کچھ حصہ واپس دلوائے۔

عرب کے شیطان، امارات کے حکمران، بن زاید اور اس کے گھنٹا شریک بن راشد آل مکتوم اور ان دونوں جیسے ہی ایک تیسرے، ریاض کے حاکم بن سلمان^{۱۸} کو لاحق سب سے بڑا خطرہ یمن کی نشاۃ ثانیہ اور اپنے پرانے تاریخی عہد کی طرف لوٹنا ہے۔ پہلے (بن زاید) کو تو یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ عدن کی بندرگاہ 'بندر گاہوں کے حوالے سے اس کی ساری کامیابیوں پر پانی پھیر دے گی، کیونکہ مشرق و مغرب کو ملانے والی اہم ترین سٹریٹیجک بندرگاہ کے طور پر اپنے سمندری کردار کی طرف عدن کے لوٹ آنے کا مطلب ہے دبئی کی بندرگاہ کی ضرورت و افادیت کا مستقل خاتمہ، یہی وجہ ہے کہ مکلا کی بندرگاہ سے القاعدہ کو نکالنے کے لیے امارات کی عسکری قوتیں پوری شدت کے ساتھ حرکت میں آ گئیں، تاکہ القاعدہ کا اثر عدن تک پھیل کر اسے اس کی سمندری قیادت واپس نہ دلا دے، اور دبئی کو عالمی تجارتی سرگرمی سے ہونے والی آمدنی سے محروم نہ کر دے، مکلا کے تجربے نے ان شیاطین کو اس وجہ سے بھی بطور خاص پریشان کیا کہ مجاہدین نے اعلیٰ اخلاق کے مظاہرے سے لوگوں کے دل و ذہن بھی جیت لیے تھے۔ اس لیے اب بن زاید ملکِ شام تک ایک متوازی خشکی کا راستہ بنانے کا ارادہ رکھتا ہے، جو دبئی کی تجارتی اہمیت کا محافظ اور اس کی معاشی ترقی کا ضامن ہو، لیکن یہ منصوبہ گراں خرچ اور پُر خطر ہے، کیونکہ یہ راستہ ان لوگوں کے رحم و کرم پر ہو گا جو بن زاید اور اس کے حلیفوں سے نفرت کرتے ہیں۔ بن سلمان کا مسئلہ یہ ہے کہ مالدار اور طاقتور یمن جس کی عوام بھی مسلح

^{۱۸} جسے ٹرمپ کی طرف سے ریاض کا حاکم مقرر کیا گیا ہے اور اس نے امریکہ جاکر بڑے فخر کے ساتھ اپنی قوم سے کہا: میں نے حکومت اپنے آدمی کو سونپی ہے۔ حالانکہ ٹرمپ اور اس جیسے دوسرے امریکی صدور زیادہ سے زیادہ آٹھ سال حکومت کر پاتے ہیں، ریاض کے حاکم کے لیے عین ممکن تھا کہ اسے اور اس جیسے دوسرے صدور کو ان کے آٹھ سالہ حکومت کے دوران مناسب قیمت دے کر خرید لیتا، لیکن یہ سب توجہ ہوتا اگر یہ عرب حکمران واقعی آزاد ہوتے اور حکومت انہوں نے اپنے زور بازو اور شجاعت سے حاصل کی ہوتی، لیکن یہ تو وہ آلہ کار بلکہ غلام ہیں جنہیں اپنے آقاؤں کے مفادات کی دیکھ بھال کے لیے مقرر کیا گیا ہے، اور بھلا غلام اپنے آقا کو خرید سکتا ہے؟

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

ہے^{۲۲} کا واضح مطلب ہے جزیرہ عرب سے آل سعود کی حکومت و تسلط کا خاتمہ۔ اسی خوف کی وجہ سے علی عبد اللہ صالح کی حکومت کو رشوتیں دی جاتی رہیں تاکہ وہ یمنی قوم کی امتگوں کو پامال کر کے انہیں جزیرہ عرب میں اپنا تار بنی کردار ادا کرنے سے محروم رکھے اور یمنی قوم بھی مصری قوم کی طرح خلیجی آقاؤں کے تابع رہے، لیکن جب بھی عظیم یمنی قوم نے اپنی صلاحیتوں کو دوبارہ حاصل کیا اور 'انصار الشریعہ' نے ان کی قیادت سنبھال لی تو اگلا پڑا پھر 'ریاض' میں ہو گا اور تب، دم مارنے کی بھی مجال کس میں ہو گی؟

خطے کی حکومتوں کی حالت زار

اسلامی معاشروں میں یہ عرف و عادت رائج رہی ہے کہ اگر کسی پڑوسی کے یہاں غم ہو اور دوسرے کی طرف خوشی کی تقریب تو غزوہ پڑوسی کی رعایت کرتے ہوئے دوسرے پڑوسی اپنی خوشی کی تقریب کو مؤخر کر دیتے ہیں یا کم از کم علانیہ خوشی کا اظہار نہیں کرتے، لیکن ٹرمپ کے مقرر کردہ حاکم ریاض، بن سلمان کے زمانے میں ایک طرف اہل غزہ بدترین سبباری اور قتل عام کا سامنا کر رہے ہیں اور یہ بد بخت بے حیائی اور حرام کاری کے فروغ کے لیے پوری ڈھٹائی کے ساتھ 'ریاض فیسیٹیوں' کا انعقاد کر رہا ہے، پھر خود کو ایک طاقتور حکمران ظاہر کرنے کے لیے پوری بے شرمی کے ساتھ اسرائیل کے ساتھ تعلقات کی بحالی کو غزہ میں جنگ بندی سے مشروط کر رہا ہے، اور اس کا کوئی وقت بھی متعین نہیں کر رہا، اس کو ایک مثال سے سمجھیں کہ اگر ابھی بن سلمان اپنے تئیں غیرت کا ادنیٰ مظاہرہ کرتے

۲۲ ہمارے مسلح عوام ہی تھے جنہوں نے دشمنوں سے لڑ کر انہیں دھول چٹائی، جیسا کہ افغانستان، صومالیہ اور مغرب اسلامی میں ہوا، لہذا عالم اسلام اور عالم عرب کی حکومتوں نے قصداً اپنی عوام کے ہاتھوں سے اسلحہ چھینا ہے، تاکہ وہ ان کے ساتھ جیسا چاہیں سلوک کریں، اگر آپ کسی امریکی بچے سے بھی پوچھیں کہ تمہارے باپ نے گھر میں ایک سے زیادہ ہتھیار اور جنگی آلات کیوں ذخیرہ کر رکھے ہیں؟ تو وہ فوراً آپ کو جواب دے گا: تاکہ ہماری سیاسی حکومتیں اور ان کے پس پردہ آقا ہمیں اپنا غلام نہ بنالیں۔ سو آنے والی تباہی سے بچنے کے لیے ہماری امت کی تمام اقوام پر لازم ہے کہ وہ اسلحہ رکھیں اور اس کے استعمال میں مہارت حاصل کریں، تاکہ اللہ، اس کے دین اور امت کے ساتھ خیانت کرنے والے حکمرانوں کا راستہ روکا جاسکے۔ عسکری ذمہ داری امت کے کسی ایک گروہ میں محدود نہیں، بلکہ یہ فریضہ امت کے تمام بیٹوں پر

حاکم ہے۔

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

ہوئے یہ کہے کہ جب میرے دونوں خونی آقا، نیتن یاہو اور بائیڈن اپنا جرم پایہ تکمیل کو پہنچائیں گے تب لازماً جنگ بندی ہو جائے گی۔ لیکن اگر تب بھی انہوں نے اس کی بات کو غیر اہم سمجھ کر ردی کی تو کوری میں ڈال دیا تو یہ بن سلمان کیا کر سکے گا؟ کیا یہودی عورت کا دودھ پی کر پرورش پانے والے میں اتنی ہمت و غیرت ہے کہ وہ تب یہود سے تعلقات کی بحالی کے منصوبے سے دستبردار ہو جائے؟

بن سلمان کا سب سے خطرناک جرم یہ ہے کہ حرم کی پاسان عوام جب بھی غزہ میں اپنے مظلوم فلسطینی بھائیوں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کرنے یا بن سلمان کی طرف سے ان پر مسلط کی جانے والی حرام کاری کے خلاف نکلی تو ریاستی دہشت گردی کا بدترین مظاہرہ کرتے ہوئے اسے دبا کر بالکل چپ کر دیا گیا اور فاسقوں کا ایک ٹولہ سلمان اور اس کے حرام کاریوں کے کرتوتوں پر خوش اور راضی ہے، یہ جزیرہ عرب میں مسلمانوں کا حال ہے۔ سوال یہ ہے کہ کوئی ایسا امیدان بچا ہے جس میں مسلمانوں پر مسلط حکمرانوں نے ناکامی اور ذلت نہ اٹھائی ہو؟ انہوں نے اپنے جرائم سے امت مسلمہ کو اپنی تاریخ کے بدترین موڑ پر لاکھڑا کر دیا ہے۔

حالیہ ویڈیو (۲۰ فروری ۲۰۲۳ء یعنی جنگ کے ۱۳۷ ویں دن) خلیجی حکام اور دیگر عرب و مسلم حکمرانوں کے سینوں میں بیپوست ہونے والا کوئی نیا خنجر نہیں، بلکہ یہ تو ان کی ذلت و کم مائیگی پر لگنے والی مہر تصدیق ہے، خلیجی حکام (جو کہ اپنے مغربی صہیونی اور یہودی آقاؤں کے آگے سب سے زیادہ جھکے ہوئے ہیں) اپنے آقاؤں کے پیر کے جوتے ہیں، انہیں اس جسارت کی اجازت نہیں کہ وہ موزے کے مقام تک پہنچیں، ان پر لازم ہے کہ جن آقاؤں نے انہیں آج تک اقتدار کی کرسی پر بٹھار کھا ہے، ان کے ہاتھ چومتے رہیں، اگر انہوں نے ذرا بھی جرأت کی اور آنکھ اٹھا کر دیکھا تو وہ انہیں اس کرسی سے دھکے دے کر گرا دیں گے، یہی حال دیگر مسلم اور عرب حکام کا بھی ہے، بلکہ ہر وہ حاکم خواہ وہ کافر ہو، جس کی اپنی قوم اسے اقتدار میں نہیں لائی بلکہ مغرب انہیں اقتدار کی دبلیز تک لایا ہے، قوت کے ذریعے اپنی قوموں پر مسلط یہ حکام اس طرح حکومت کرتے ہیں کہ ایک طبقے کو آسائشیں اور عیشیاں فراہم کرتے ہیں اور بقیہ لوگوں کو غربت اور بھوک کے جال میں پھنسا دیتے ہیں، یہ مغربی بادشاہ گرانہیں امداد میں 'مناسب' اسلحہ بھی دیتے ہیں، امریکی استعمار اور اس کے سود خور یہودی آقا کے خلاف اس اسلحے کی آواز بھی نہیں نکلتی، بلکہ یہ صرف اپنے ہی

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

عوام کو دبانے اور سبق سکھانے میں استعمال ہوتا ہے، یا پھر اگر صہیونی ان کے راجو اڑوں کے درمیان جنگ کی چنگاری بھڑکا دیں تو ایک دوسرے کے خلاف استعمال ہوتا ہے، یا پھر انقلابات برپا کرنے اور اپنے لیے مقرر کردہ حدود سے باہر قدم رکھنے والوں کے قتل کے لیے یہ اسلحہ کام آتا ہے، یہی ان حکام کی اوقات ہے، بالخصوص وہ جو اپنے آقاؤں کی خدمت میں دوڑے دوڑے پھرتے ہیں، انہیں مال اور مدد فراہم کرتے ہیں، ان کی اندھا دھند فرمانبرداری کرتے ہیں، جو یہود اور بدھ مت کے معبد، ہندوؤں کے مندر اور عیسائیوں کے گرجے تعمیر کرتے ہیں اور وحدتِ ادیان کے پرچارک ہیں (متحدہ عرب امارات)، جو اباحت اور اخلاق باختہ تفریحات سے اپنے لوگوں کے اخلاق بھی خراب کرتے ہیں اور ان کے لیے الحاد کو بھی آسان بناتے ہیں، (سعودی عرب، تیونس، مصر، اردن، پاکستان اور بالعموم پورا ہی عالم اسلام) کچھ حکام فٹ بال کے مقابلوں سے اپنی عوام کو غافل بناتے ہیں اور انہیں مغرب کی عادات و رسومات کا دلدادہ بناتے ہیں (قطر) یا پھر اپنا ملک صہیونیوں کو بیچ ڈالتے ہیں اور فقر، بھوک اور لاتعداد مصیبتوں میں ڈال کر اپنے لوگوں کو بالکل ہی تباہ کر دیتے ہیں (پاکستان، مصر، بنگلہ دیش، شام)، یا پھر فوج کے جرنیلوں کی جنگوں میں ڈال کر انہیں نچوڑ دیتے ہیں، تاکہ انہیں صہیونیوں کے سپرد کرنا آسان ہو جائے (سوڈان، لیبیا)۔

کیا وائٹ ہاؤس کی کنیز، لنڈا گرین فیلڈ نے اس ویڈیو کا اعلان کر کے امریکہ کے غلامِ خلیجی حکام کے دل توڑ دیے؟ وہ حکمران جنہوں نے اپنی حکومتیں بننے سے پہلے ہی مغربی دنیا سے اتحاد کر لیا تھا، استعمار کے خلاف جنگوں میں یہ شریک نہیں ہوئے، بلکہ خلافتِ عثمانیہ کو گرانے میں ان کی مدد کی، اپنے آقاؤں کو جو مال اور خدمات یہ پیش کر رہے ہیں اور اپنے بھائیوں پر قابو پانے کے لیے جس طرح انہیں تیل اور گیس دے رہے ہیں، اس سب کے باوجود لنڈا گرین فیلڈ نے ان کے دل توڑ دیے؟ نہیں، اس نے ان کے دل نہیں توڑے، کیونکہ صہیونی آقا جو بھی کرتے ہیں اس پر یا تو آقا و غلام پہلے سے متفق ہوتے ہیں ورنہ غلام دل سے آقا کے فیصلوں کو قبول کر لیتے ہیں، وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کمزوری و درماندگی کا سبق اس طرح سیکھا ہے کہ وہ ان میں رچ بس گئی ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ آقا کے بغیر ان کی زندگی کا دوام ممکن نہیں، آقا نے ہی انہیں عیاشی کا سامان اور اقتدار فراہم کیا ہے، سو ان کی آزادی و خود مختاری کی امنگ ہی ختم ہو چکی ہے۔ ان کی سب سے بڑی تمنا یہ ہے کہ صلیبی صہیونی جو جرائم کرنا چاہتے ہیں 'جلد از جلد' کر لیں، کہیں ان کی قومیں بیدار اور بغاوت پر آمادہ نہ ہو جائیں۔

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ بقیہ عرب اور اسلامی ملکوں کی حکومتیں جن کی عوام نے استعمار کے خلاف جنگیں لڑیں اور اب فقر و تنگدستی کا شکار ہیں، ظلمی ملکوں سے بہتر ہیں؟ ہر وہ فرد جس نے اپنے غزہ میں بستے بھائیوں کے ساتھ اظہارِ بیعت کیا اور ان کی نصرت کی وہ خاموش رہنے والوں سے بہتر ہیں۔ خلیج میں بستی ہماری مخلص عوام پر لازم ہے کہ وہ صلیبی صہیونی اتحاد کے غلاموں کے آگے سر تسلیم خم نہ کریں، کوئی کس قدر زور آور ہی کیوں نہ ہو وہ اللہ کے طے کردہ رزق کو کسی بندے سے روک نہیں سکتا، آپ کے فلسطینی بھائی آپ کی مدد کے منتظر ہیں، عالم اسلام کے بیشتر مسائل میں آپ ہی مدد کے اہل تھے، سو اپنے حکمرانوں کی بات نہ مانیں، بلکہ ان پر چڑھ دوئیں۔ ارشادِ باری ہے:

سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخَفٌّ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۚ لَكَ مُعَقَّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ ۚ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۚ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُونِهِ مِّنْ وَّالٍ ۚ
(سورۃ الرعد: 10-11)

”تم میں سے کوئی چپکے سے بات کرے یا زور سے، کوئی رات کے وقت چھپا ہوا ہو یا دن کے وقت چل پھر رہا ہو، وہ سب (اللہ کے علم کے لحاظ سے) برابر ہیں۔ ہر شخص کے آگے اور پیچھے وہ نگران (فرشتے) مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے باری باری اس کی حفاظت کرتے ہیں، یقین جانو کہ اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے حالات میں تبدیلی نہ لے آئے۔ اور جب اللہ کسی قوم پر کوئی آفت لانے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کا ٹالنا ممکن نہیں اور ایسے لوگوں کا سوائے اس کے اور کوئی رکھوالا نہیں۔“

کہاں ہیں عرب فوجیں؟ آج ہی کے لیے تو انہیں تشکیل دیا گیا تھا۔ لیکن افسوس! ہماری فوجیں تو بس اپنے عوام کو کچلنے اور آپسی جنگوں کے لیے بنی ہیں، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ!

جنگ میں ایک اہم ترین عنصر قوم کی عزت ہوتی ہے جس کا عملی مظہر قوم کے حاکم کی عزت ہوتی ہے، پھر وہ حاکم خدا کے علاوہ کسی کے آگے نہیں جھکتا اور اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے علاوہ کسی کے ساتھ تواضع نہیں برتتا، کیا آج مسلمانوں پر مسلط حکمرانوں میں ہمیں اس کی کوئی جھلک دکھتی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ آج جو حکام ہم پر مسلط ہیں ان سے زیادہ

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

ذلیل حکمران بھی امت نے نہیں دیکھے۔ بس یہ سب کچھ دیکھ اور سن رہے ہیں اور ان کے کچھ نہ کرنے کی وجہ دشمن کا خوف نہیں بلکہ صرف یہ طمع ہے کہ بدلے میں دشمن انہیں امن سے رہنے دے اور انعامات سے نوازے، یہ حکمران تو اس با عظمت امت کی تاریخ پر کلنک کا سیاہ ترین ٹیکہ ہیں، امن اور انعام تو اللہ وحدہ لا شریک کے ہاتھ میں ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَا يَلْفُ قُرَيْشٍ ۝ الْفِهُمَ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ ”چونکہ قریش کے لوگ عادی ہیں، یعنی وہ سردی اور
وَالصَّيْفِ ۝ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۝ گرمی کے موسموں میں (یعین اور شام کے) سفر کرنے
الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّنْ جُوعٍ ۖ وَآمَنَهُم مِّنْ مَّاكِلٍ ۖ عَادِي هَٰؤُلَاءِ هُمْ ۚ مَاكِلٍ ۖ عَادِي هَٰؤُلَاءِ هُمْ ۚ
خَوْفٍ ۝ (سورۃ قریش)

انہیں کھانے کو دیا اور بد امنی سے انہیں محفوظ رکھا۔“

شاعر نے کیا سچ کہا ہے:

رب وامتصماہ انطلقت بہت سی ’وامتصماہ!‘ کی صدا میں
ملء أفواه الصبايا الیتیم کے حلق سے ابھریں
لامست أسماعہم لکنہا ان حکمرانوں کے کانوں سے ٹکرائیں
لم تلامس نخوة المعتصم لیکن کسی میں مقتصم والی غیرت نہ پائی

اگر خطے کے حکمرانوں میں ذرا بھی غیرت و حمیت باقی ہے تو ان پر سب سے پہلے لازم ہے کہ غزہ کے باسیوں کو اسلحہ اور غذا فراہم کریں اور کسی اجازت کا انتظار نہ کریں، جیسے امریکہ صہیونی وجود کے ساتھ کر رہا ہے۔ دوسرے نمبر پر ان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے ’پلپلے لٹکروں‘ اور اپنا میزائلوں اور جنگی جہازوں کا رخ متبوضہ فلسطین میں قابض صہیونیوں کی طرف موڑ دیں، ان پر یہ بھی لازم ہے کہ مغرب کے ساتھ نیا منظر نامہ تشکیل دینے کے لیے غزہ کی جنگ سے پورا فائدہ اٹھائیں، خود مختاری کے لیے اپنی سنجیدگی ثابت کرنے کا ان کے پاس یہ آخری موقع ہے، اگر انہوں نے یہ موقع گنوا دیا (اور لازماً اسے گنوائیں گے، کیونکہ یہ محض غلام ہیں اور ان کے اقتدار کا سورج ڈھل چکا

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

ہے) تو عوامی غیظ و غضب کا سیلاب انہیں خس و خاشاک کی طرح بہا لے جائے گا، سو ہماری عوام پر لازم ہے کہ ان کے خلاف بغاوت کر دیں، کیونکہ دنیا کو موجودہ صورت حال میں کچھ چیلوں کی نہیں، حقیقی ابطال کی ضرورت ہے، اور اس شرف و عزت کا ہمارے حکمرانوں میں سے کوئی بھی دعویدار نہیں، ان سے یہ امید نہیں کہ اہل فلسطین کی مشکلات کا کوئی حل پیش کر سکیں۔

اقوام متحدہ کے ادارے کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے، اس کا مقصد صرف اور صرف بڑی طاقتوں کے منصوبوں کی سہولت کاری ہے، اپنی پیدائش سے اب تک کا اس کے کردار کو دیکھ کر، بالخصوص غرہ کے بعد کی صورت حال کے بعد کسی عاقل یا مخلص کے لیے اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں رہی، سب سے زیادہ تبدیلی کی خواہاں نوجوان نسل پر اس عالمی ادارے کا فریب واضح ہے اور ان پر حقیقی تبدیلی کا راستہ بھی واضح ہے، سیاست دان اور مغربیت کے داعی جو الفاظ کی جگالی کرتے ہیں، کامل آزادی، 'جانب دار' انصاف، 'جعلی' یکجہتی، یہ سب ایک مہلک سراب کے سوا کچھ نہیں، اسلامی ملکوں اور کمزور ملکوں پر لازم ہے کہ وہ اقوام متحدہ کو طلاق بائن دے ڈالیں، مسلمانوں کے لیے اس لیے بھی کہ یہ سب سے بڑھ کر اور سب سے پہلے شریعت کا دیا حکم ہے^{۲۳}۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۚ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا. (سورة الأحزاب: 36)

”اور جب اللہ اور اس کا رسول کوئی معاملہ طے کر دیں تو کسی ایمان والے مرد یا عورت کے لیے گنجائش نہیں کہ اپنے معاملے ان کا اختیار باقی رہے اور جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔“

مخلص اہل علم پر لازم ہے کہ وہ اپنی تقاریر، دروس اور عام و خاص مجالس میں اسے بیان کریں، ورنہ ان کی خاموشی اس فریب کاری میں شمولیت سمجھی جائے گی، جس کا وبال عند اللہ ان پر ہو گا۔ دنیا کے غیر مسلم مظلوموں پر بھی اس

^{۲۳} اقوام متحدہ کے حوالے سے شیخ ابمن الظواہری کے بیان کی طرف رجوع کرنے کا ہم مشورہ دیتے ہیں۔

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

فریب کار ادارے کو طلاق دینا اس لیے ضروری ہے کہ اسی ادارے نے ان کے وسائل کی چوری، ان کے استحصال اور غلام بنانے میں عالمی طاقتوں کی سہولت کاری کی ہے، وقت آچکا ہے کہ اقوام متحدہ کے ادارے سے نکلا جائے اور اسے ختم کر دیا جائے، اس میں کوئی دو رائے نہیں۔

آدھی رات کی تاریکی

ان صہیونی عرب حکمرانوں پر مجھے کوئی تعجب نہیں جو یہود کے مفاد کے لیے تدبیریں سوچتے ہیں اور انہیں نت نئی راہیں سمجھاتے ہیں، مثلاً: اہل غزہ کو صحرائے نقب منتقل کر کے وہیں چھوڑ دینا، اہل غزہ سے اسلحہ چھین کر انہیں نہبتا کرنا، غزہ کے قائدین کو وہاں سے دیس نکالا دینا، دوماہ کی جنگ بندی کے عوض قیدیوں کو رہا کروانا، وغیرہ وغیرہ، اس سے بڑھ کر ذلت و گراؤ کیا ہو سکتی ہے؟ ایسی تجویز وہی دے سکتے ہیں جن کی وفاداریاں صہیونیوں کے ساتھ ہوں اور صلیبی صہیونی لشکر کی پچھلی صفوں میں خاکروبی کے عادی ہوں، جیسا کہ بیس سالہ جہاد میں افغانستان کی صورت حال تھی۔ مجاہدین پر لازم ہے کہ دنیا بھر کے ممالک کی اپنے خلاف نفسیاتی جنگ میں شکست نہ کھائیں، ان کے دباؤ، بہلاوے، ڈراوے اور لالچ کا شکار نہ بنیں، اپنے طے شدہ طریقے کی مطابق اپنے منصوبوں کو عمل میں لانے کے لیے اپنے موقع کی تاک میں رہیں، اور اس بابت ہمیشہ محتاط رہیں کہ کوئی دوسرا آپ کا ترجمان بن کر بات کرے۔ عرب صہیونیوں کے بارے میں اللہ نے ہمیں پہلے سے بتا دیا ہے، ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ
وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ
يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ
مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ
تُصِيبَنَا دَآبِرَةٌ فَخَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ

”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو یار و مددگار نہ بناؤ، یہ خود ہی ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور تم میں سے جو شخص ان کی دوستی کا دم بھرے گا تو پھر وہ انہیں میں سے ہو گا۔ یقیناً اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ چنانچہ جن لوگوں کے دل میں (نفاق کا) روگ ہے، تم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ لپک لپک کر ان میں گھستے ہیں، کہتے ہیں: ہمیں ڈر ہے کہ ہم پر کوئی مصیبت کا چکر آ

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُضْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ لَيْهَيْنَ. (سورة البائدة: 51-52) پڑے گا (لیکن) کچھ بعید نہیں کہ اللہ (مسلمانوں کو) فتح عطا فرمائے یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کر

دے اور اس وقت یہ لوگ اس بات پر پچھتائیں جو

انہوں نے اپنے دل میں چھپا رکھی تھی۔“

جب امارت اسلامیہ نے افغانستان میں اٹالیس ممالک پر مشتمل صہیونی امریکی اتحاد کو شکست دی اور انہیں رات کی تاریکی میں رسوائی کے ساتھ بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تو امریکی صہیونی ٹولے نے امارت اسلامی پر ’تمام نسلوں اور مذہبوں کی نمائندہ حکومت‘ کی تشکیل کے لیے ہر طرح کا دباؤ ڈالا، جو کہ دراصل مستقبل میں ایک افغان قوم کو مختلف نکتوں میں بانٹ کر انتشار پھیلانے کا اچھا ہتھکنڈا تھا، جیسا کہ لبنان میں (عیسائی، سنی اور شیعہ) اور عراق میں (سنی، شیعہ اور کردوں) کی سہ فریقی حکومتوں کا انجام سوائے داخلی انتشار کے اور کچھ نہ تھا، اور جو بھی ایسی غیر فطری تکنیکوں کو قبول کرے گا اس کا بھی یہی انجام ہو گا۔ اقوام متحدہ اور اس کے آقاؤں کی جانب سے ایسی کسی سہ فریقی حکومت کے قیام کا مشورہ ہم کیوں نہیں سنتے جس میں یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کو نمائندگی دی جائے اور مقبوضہ فلسطین پر امریکہ اور برطانیہ کے تعاون سے قائم نسل پرست غاصب صہیونی حکومت کی جگہ یہ سہ فریقی نمائندہ حکومت لے لے؟ ناممکن! کس میں جرأت ہے کہ وہ یہ بات کرے! اس کا تو صاف مطلب یہودی قبضے کا خاتمہ ہے، کیونکہ اپنی وحدت کی بدولت ہی صہیونی فلسطین پر قابض ہیں، لہذا دنیا بھر کے صہیونی (حکومتیں، ادارے اور افراد) ’دوریاستی حل‘ کے حامی ہیں، پہلی صہیونی ریاست تو خود مختار ہوگی اور دوسری فلسطینی ریاست پہلی کے محاصرے اور قبضے میں ہوگی، ہم فرزند ان امت اس حل کو قبول نہیں کرتے، خواہ کتنا ہی وقت کیوں نہ لگ جائے ہم پورا فلسطین لے کر رہیں گے۔

عالمی عدالت انصاف نے غزہ کے قتل عام کو انتہائی ہلکے لفظوں میں بیان کیا ہے، یہ عدالت چونکہ بڑی طاقتوں کی خوشامد پر سدھائی گئی ہے اس لیے اس کے فیصلوں کی بھی کوئی حیثیت نہیں اور ان سے جان چھڑانا بھی ممکن ہے، اب پہلے سے اس ادارے کی جانب داری پر یقین رکھنے والوں کا یقین بڑھ جانا چاہیے اور جو ابھی تک تردد کا شکار تھے انہیں جان لینا چاہیے یہ سب ان کے اور دنیا بھر کے مظلوموں کے لیے ایک طفل تسلی کے سوا اور کچھ نہیں۔

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

شرمناک تجویزیں دینے والوں پر ہم سختی سے رد کرتے ہیں:

• مجاہدین کے ہاتھ سے اسلحہ لے لینے کا تمہارا مطالبہ انتہائی شرمناک ہے، جنگوں میں تو مر جانے والوں کے ہاتھوں سے اسلحہ لیا جاتا ہے اور مجاہدین تمہاری طرح مردہ نہیں، نیز جنگ بھی تاحال جاری ہے، سو ہتھیار رکھ دینا بالکل بھی جائز نہیں، مغرب کی پیروی میں 'دوریاتی حل' کی تائید کرنا بھی بے شرمی کی انتہا ہے، ہم اپنی زمین کسی کے حوالے نہیں کرتے، خواہ مدتِ مدید بیت جائے اس کی کامل آزادی کی کوشش کرنا لازم رہے گا، اصل شرمناک حقیقت یہ ہے کہ ایوانِ اقتدار میں تم جیسے لوگ بیٹھے ہیں اور تم نے اہل غزہ کی نصرت اور فلسطین کی آزادی کے لیے اپنی 'توند نکلی' افواج کو حرکت نہیں دی۔

• 'دوریاتی حل' اور 'جنگ بندی کی پیشکشیں' جو دیکھنے والوں کے جذبات میں ہلچل پیدا کرتی ہیں، محض وقت کا ضیاع ہے، اس سے یہود کو اگلا اشارہ ملنے تک قتل عام کی اجازت ملتی ہے، گزشتہ مضمون میں، میں نے ذکر کیا تھا کہ بد عہدی اور غدر اس دشمن کی فطرت ہے، بد عہدی کر کے بدلہ لینے کی اس کی تاریخ کسی سے پوشیدہ نہیں، یہ ڈنڈے کے علاوہ دوسری زبان نہیں سمجھتا، اسی کے آگے جھکتا ہے جو اسے پوری سختی کے ساتھ دبا دے، سو ہم پر ان کے شانہ بشانہ چلنا لازم نہیں، بلکہ ہم مجاہدین پر اور ہماری امت پر لازم ہے کہ اپنی جدوجہد جاری رکھیں اور ان کے بھیک میں ملنے والے امن کا انتظار نہ کریں۔

• کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی بھی مسلمان کو اس کی زمین سے بے دخل کرے، اس کی خاطر تو ہم جنگ کرتے ہیں، دشمن کے کیپ کی طرف سے غزہ کی کامیابی کو چھوٹا بنا کر پیش کرنے کی کوشش ہرگز کامیاب نہیں ہوگی، اور کیسے کامیاب ہو سکتی ہے؟ حالانکہ دنیا کے جدید ترین اسلحے سے لیس لشکر جنگ کے ایک سو پچاس (۱۵۰) دن گزرنے کے بعد بھی تین سو ساٹھ (۳۶۰) مربع کلومیٹر کے محدود علاقے پر اپنا تسلط قائم نہیں کر سکا، ۶۷ء اور ۷۳ء کی جنگ میں شام کی خائن حکومت دشمن کے آگے چار دن بھی نہیں ڈٹ سکی، اور مصر کے انور سادات کو یہ خوش فہمی تھی کہ وہ امریکہ کا سامنا کر سکتا ہے، لیکن اس سے جنگ نہیں کرنا چاہتا، ۲۲ اکتوبر کو سلامتی کونسل نے جنگ بندی کی قرارداد منظور کی، لیکن دشمن نے جنگ جاری رکھی اور ۲۴ اکتوبر کو تیسری مصری فوج کا حصار توڑنے میں کامیاب ہو گیا، اور ۲۸ اکتوبر کو شہر سوسز میں داخل ہونے کی کوشش کی، لیکن

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

وہاں کے بہادر فرزندوں نے سوز کی بہادرانہ جنگ میں بھاری نقصان پہنچا کر اسے پسپائی پر مجبور کر دیا اور جنگ کے بائیس (۲۲) دن گزرنے کے بعد ۲۸ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو دشمن کو جنگ بندی کی قرارداد تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔

غزہ کے ابطال تو یہودی اور تمام صہیونی غلاموں امریکیوں، برطانویوں، جرمنوں، فرانسیسیوں اور انگریزوں وغیرہ اور ان کے طیارہ بردار جہازوں اور طیاروں کا سامنا کر رہے ہیں، غزہ پر ان کے حملے کے پانچ ماہ گزرنے کے بعد بھی وہاں کے مجاہدین انہیں عجیب و غریب طریقوں سے نشانہ بنا رہے ہیں، کسی بھی دوسری فوج سے زیادہ دشمنوں کو مردار اور زخمی کر چکے ہیں، ایسے میں خطے کے حکمران کیوں ان سے اسلحہ رکھوا کر ان کی قیادت کو جلاوطن کرنا چاہتے ہیں؟ کیونکہ یہ حکمران دشمن کے آلہ کار، خائن اور مردانگی سے عاری ہیں، اور اس اقدام سے وہ اہل فلسطین کے حق میں اپنے جرائم میں اضافہ ہی کریں گے۔

راستے کے جرائم

جنگیں اپنا ہدف پورا کر کے ختم ہوتی ہیں، جنگ کی مدت دراز ہونے کا مطلب اہداف کے حصول میں اعلانِ ناکامی ہے، اسباب کی دنیا میں طاقتور فریق فتح کے حصول میں ناکامی کا شکار ہے اور کمزور گروہ دشمن کو اپنی انگلیوں پر نچا رہا ہے اور اسے ایسی بھول بھلیوں میں الجھا دیا ہے جس نے اسے سیاسی، اقتصادی، عسکری، سماجی اور اخلاقی طور پر نچوڑ کر رکھ دیا ہے، جن جنگوں میں طاقت کا کوئی توازن نہ ہو ان کی نوعیت ایسی ہی ہوتی ہے، پانچ ماہ جنگ جاری رہنے کا مختصر الفاظ میں یہی واضح مطلب ہے^{۲۲}، تمام تر قتل عام اور تباہی کے باوجود خونِ مجرم نیتن یاہو کی حکومت جنگ کو نتیجے تک پہنچانے میں کھل کر ناکام ہو چکی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ اس جنگ سے نیتن یاہو کا مقصد امریکہ و یورپ کو مشرقی بلاک (روس، چین، ایران، شمالی کوریا) کے خلاف ایک علاقائی جنگ میں کھینچ کر اسے ایک عالمی جنگ بنانا تھا (اگرچہ تمام فریق علانیہ کہہ چکے تھے کہ وہ جنگ کا دائرہ نہیں بڑھنے دینا چاہتے) تو امریکہ و یورپ کا اس جنگ میں براہ راست نہ

^{۲۲} جب یہ تحریر لکھی گئی تھی تب جنگ کو پانچ ماہ ہی گزرے تھے (ادارہ)

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

کو دنا اس کی ایک اور ناکامی ہے، یہ ناکامی خوبی مجرم نیتن یاہو کو مزید اکساتی ہے کہ وہ رنج پر بمباری جاری رکھے اور غرہ میں شمالاً جنوباً آتا جاتا رہے اور امریکہ کو میدان جنگ میں کھینچ لانے کی کوشش جاری رکھے۔

عالمی صہیونیت کے آلہ کار بن زاید سے مجھے سب سے زیادہ اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ علاج کی غرض سے امارات بھیجے جانے والے زخمیوں سے فائدہ اٹھائے، انہیں امارات کے مرد خانی^{۲۵} محمد دحلان کو سونپ دے، جو انہیں مستقبل میں مسلمانوں کے خلاف اپنی گھناؤنی کارروائیوں میں استعمال کر سکتا ہے، یہ دونوں اس سے پہلے بھی (اسپیر) کے نام سے کرائے کے امریکیوں کا ایک گروپ بنا چکے ہیں جس نے یمن میں کئی اہم کارروائیاں اور قتل کیے، بن زاید اور اس کا تنخواہ دار دحلان دونوں شیطان ہیں اور جو کچھ یہ ظاہر اُدکھا رہے ہیں اس کے پیچھے ایک ناپاک سازش ہے، یہ کیسا بہادر شہسوار ہے جس نے سات ہزار یہودیوں کو شہریت دی، ہندوؤں کو شہریت دی، یہ کفار جزیرہ عرب میں دندنہ کر اس کی حرمت پامال کر رہے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں سے مشرکین کو نکال بھگانے کا حکم دیا تھا، اس کے جنگی جہاز مسلمانوں پر ہر جگہ بمباری کرنے میں صہیونی اتحاد کے ساتھ ہوتے ہیں، مسلمانوں کا خون بہا کر اس کے پائلٹ جنگی تربیت پاتے ہیں، یہی ہے اس کی بہادری اور شہسواری؟

مستقبل میں ان شاء اللہ ہماری عوام ان آلہ کار حکمرانوں اور ان کے حاشیہ نشینوں کے فرار پر اکتفا نہیں کریں گے، بلکہ ہر جگہ ان کا چچا کر کے رہتی دنیا تک کے لیے انہیں نشان و نمونہ عبرت بنا دیں گے، مستقبل کی یہ درخشاں صبح اب قریب آن لگی ہے۔ (ان شاء اللہ)

امریکی مسلمانوں کے خلاف سازش، جنگ کے ایک سو پچیس (۱۲۵) دن گزرنے کے بعد بائیں کو انسانیت یاد آئی ہے، وہ امریکی مسلمان ووٹر کو بھلانے پھسلانے کے لیے کہتا ہے کہ اسی نے غرہ میں امداد پہنچانے کی کوشش کی ہے اور اپنی کامیابی سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ امریکی اسلحے کے خریداروں کی نگرانی کرے اور انہیں بین الاقوامی قانون کی پابندی

^{۲۵} اس تاریخی یہودی کردار کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ (مترجم)

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

پر مجبور کرے^{۲۱}، جبکہ اس سے قبل یہی بیمار نفسیات کا حامل ہمیشہ جنگ بندی کی مخالفت کرتا رہا ہے اور اب بھی اسی روش پر قائم ہے، اس نے عملی طور پر اہل غزہ کو محصور کر رکھا ہے اور انہیں بھوکوں مار رہا ہے، یہی ہے جو فلسطین میں جاری قتل عام کا برملا مذاق اڑاتے ہوئے ڈی وی کی اسکرینوں پر پوری ڈھنسائی کے ساتھ مظلوم فلسطینیوں کے خون سے لتھڑے مشروب پی کر مسلمانوں کو غصہ دلاتا رہا ہے۔

امریکہ میں بستے مسلمان ٹرمپ اور بائیڈن نامی دو مصیبتوں کے درمیان ہیں، جو مسلمان امریکہ کو چھوڑنا نہیں چاہتے انہیں اپنے دین و وطن کی خاطر خود کو نئے سرے سے منظم کرنے کی ضرورت ہے، اپنے وطن کے لیے چینویں اور یہودیوں سے زیادہ اور اپنے عقائد کے لیے (آرتھوڈوکس، کیتھولک، پروٹسٹنٹ اور مارونی عیسائیوں وغیرہ) سے زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت ہے، صہیونیوں کی نصرت کے لیے ایپک (AIPAC) کی کوششوں سے بھی زیادہ محنت کرنا ان پر لازم ہے۔

جب کبھی کسی سیاسی وجود کا قوی ہمسایہ کسی داخلی جنگ میں الجھتا ہے تو وہ سیاسی وجود اس جنگ کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کرتا ہے، تاکہ اس کے طاقتور پڑوسی کی قوت کم ہو اور وہ کمزور ہو جائے اور اس کے لیے خطرہ نہ بن سکے، بلکہ وہ مزید آگے کی سوچتا ہے کہ اپنے دشمن کو مستقل کمزور کرتا رہے، تاکہ آگے چل کر بھی وہ اس کے لیے کسی خطرے کا باعث نہ بنے، تو کیا فلسطین کے پڑوسی حکمرانوں نے اس جنگ کو اپنے فائدے اور اپنی سلامتی کے منصوبوں کی تکمیل کے لیے استعمال کیا؟ ظاہر ہے کہ نہیں، کیونکہ ان کا کردار تو یہود کی سلامتی کو یقینی بنانے والے سرحدی محافظین کی ایک چوکی تک ہی محدود ہے، یہ ہرگز اپنی عوام کو اپنے غزہ کے بھائیوں کی نصرت کے لیے نہیں جانے دیں گے، بلکہ اس سے بھی بدتر یہ کہ یہ حکمران دشمن کی خدمت اور اہل غزہ پر گھیرا بنگ کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جا

^{۲۱} جس وقت محترم شیخ (دامت برکاتہم العالیہ) کا یہ مضمون ترجمہ ہو کر زینت مجلہ نوائے غرہ ہند بنا تو بائیڈن انتخابی دور سے دستبردار ہو چکا تھا اور اس کی نائب صدر کلما ہیرس امریکی صدارتی امیدوار تھی اور وہ بھی اسی بہانے سے امریکی مسلمان ووٹر کی توجہ حاصل کرنے میں لگن رہی۔ ایک طرف کلما ہیرس اسرائیل کی بھرپور حمایت کر رہی تھی تو دوسری طرف غزہ میں ہونے والے قتل عام کی نیم مردہ مذمت بھی کر رہی تھی، فانتلہم اللہ! (ادارہ)

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

رہے ہیں، دعوے تو بڑے ہیں، لیکن غزہ کی نصرت کے لیے عمل صفر ہے، غزہ میں بستے ہمارے بھائیوں کے خلاف سازش کا حجم بہت بڑا ہے، جو صرف یہ کہتا ہے کہ عرب حکمرانوں نے اہل غزہ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے تو وہ نا انصافی کی بات کرتا ہے، بلکہ یہ حکمران تو مردانگی، غیرت و شرافت کے لیے ننگ وعر ہیں، ان کی خیانت کی کوئی حد نہیں۔

میونخ کانفرنس برائے امن میں ہم جنس پرستوں کے حقوق کے حامی جرمن چانسلر شولز سے غزہ کے حوالے سے اس کی رائے پوچھی گئی، اس کے جواب کا مجھے پہلے سے اندازہ تھا، لیکن میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ واقعات کو کس ترتیب سے بیان کرتا ہے، اس نے سب سے پہلے سات اکتوبر کی کارروائی پر مجاہدین کی خوب مذمت کی اور اس واقعے کو اتنا بڑھا چڑھا کر بیان کیا کہ گویا یہ کارروائی سالوں جاری رہی ہو، پھر اس نے اس پر تفصیلی بات کی کہ یہود کو اپنے دفاع کا حق ہے (حالانکہ اسے معلوم تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے، کیونکہ خود ان کے اپنے دستور کی رو سے غاصب کا کوئی حق نہیں ہوتا)، آخر میں اس نے دور یاستی حل اور امداد بھیجنے کی بات کی، لیکن اس بد بخت نے مسلمانان غزہ کے خلاف ایک سو تیس (۱۳۰) دن سے زائد جاری جرائم پر ایک لفظ بھی نہیں کہا، گویا وہ تو محض چند گھنٹوں کی بات تھی اور رات گئی بات گئی، اس کی اور مغرب کے تمام صہیونی رہنماؤں کی یادداشت سات اکتوبر پر آکر ٹھہر جاتی ہے، یہ حکمران یہود کے انسانیت سے گرے غلاموں کا ایک نمونہ ہیں، غزہ میں جاری جرم بھی اصلاً انسانیت سے گراوٹ کا نتیجہ ہے، اس جرم پر خاموش رہنا بزدلی اور کمینگی ہے، اسے جائز کہنا فطرت کی کجی ہے، دانستہ انجان بننا اور لوگوں کو احمق بنانا انسانیت کی گراوٹ کی آخری حد ہے۔ ان شاء اللہ یہ سارے کج فطرت زمین کی پشت سے اس کے پیٹ میں جانے سے پہلے ضرور بالضرور وہ سب مشکلات سہیں گے جس کا سامنا آج اہل غزہ کر رہے ہیں۔

طاقتور ممالک، نڈر ممالک اور آئندہ عالمی جنگ کے اشارات

امریکہ اور روس میں بہت بڑا فرق ہے، آپ کے لیے اتنا دیکھ لینا کافی ہے کہ سلامتی کونسل میں امریکہ کتنی جرأت سے ویٹو کا حق استعمال کرتا ہے اور روس اس کے استعمال میں بزدلی دکھاتا ہے، کئی نشستیں ہوئیں لیکن غزہ کے خلاف جنگ روکنے کی قرارداد منظور نہیں ہوئی، جبکہ بحر احمر میں مخالفانہ کارروائیوں کو روکنے کی قرارداد پہلی نشست میں ہی

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

منظور ہو گئی، امریکہ روس کے مخالفین کی روس کے خلاف جنگ میں ہر ضرورت پوری کر رہا ہے اور انہیں آزادی کی خاطر لڑنے والے (فریڈم فائٹرز) کا نام دیتا ہے، دوسری طرف روس میں بالکل بھی ہمت نہیں کہ وہ امریکہ کے مخالفوں کی ذرا بھی امداد کرے، سوویت افواج کے خلاف امریکہ نے افغانستان میں اپنا اسلحہ آزمایا، روس کے لیے بھی ممکن تھا کہ وہ افغانستان اور جنگ کے دیگر میدانوں میں امریکہ کے خلاف اپنا اسلحہ آزماتا، امریکہ کسی بھی میدانِ جنگ میں مشرقی اسلحے کی موجودگی کی مذمت کرتا ہے، کیونکہ یہ اس مغربی اسلحے کے خلاف ہے جو حق سچ کا ساتھ دیتا ہے، مشرقی اسلحہ یہ نہیں کرتا اور نہ اسے یہ سب کرنے کا حق ہے، شمالی کوریا کا اسلحہ قابلِ مذمت جرم ہے، بطورِ خاص جب وہ فلسطینی مجاہدین کے ہاتھ میں ہو، جبکہ فلسطین کے مسلمانوں کے قتلِ عام کے لیے یہود کے ہاتھ میں موجود تباہی کی امریکی مشینری عین انصاف ہے۔

روس کب اس ذلت سے نکل کر آگے بڑھے گا اور امریکہ کے تمام مخالفین کو اپنا جدید ترین اسلحہ دے گا؟ کب پیوٹن میں تھوڑی سی جرأت پیدا ہوگی اور وہ خفیہ وہ سب کچھ کرے گا جو امریکہ کے صدر علانیہ کرتے ہیں؟ کیا اس کے لیے یہ ممکن ہو گا؟ جنوبی امریکہ اور افریقہ کے بہت سے ملک امریکہ کو مارنا چاہتے ہیں، جب پیوٹن ایک جرأت مند اندہ جنگ میں مغرب کا سامنا کرنے کے لیے ہو گا تو تب روس بھی طاقتور اور جرأت مند ملکوں کے نقشِ قدم پر چل پڑے گا۔

افق پر تیسری عالمی جنگ کے آثار واضح ہیں، اس کی گھٹائیں آہستہ آہستہ چھاتی جا رہی ہیں، دنیا بھر میں وبائیں پھیل رہی ہیں اور لاکھوں لوگ مر رہے ہیں، آسمانی آفتیں، سیلاب اور خشک سالی، مسلسل جنگیں، تجارتی جہاز رانی کی بندش، اس سب نے مل کر کئی اقتصادی بحران پیدا کیے ہیں اور عالمی سطح پر مہنگائی میں اضافہ کر دیا ہے۔ اس کے درجِ ذیل اسباب بھی جمع کر لیں، تاجروں کی شکم سیری اور خرچ کرنے کی عیاشی، معاشروں میں دوہی طبقات کا وجود انتہائی مالدار اور انتہائی غریب، اہل علم، ارکانِ پارلیمنٹ اور ریاستی اداروں پر سے اعتماد کا اٹھ جانا، اخلاقِ باخنگی اور الحاد کی ترویج کا ریاستی رجحان۔ ان سب نے مل کر دنیا کو سماجی، اخلاقی، سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے تباہی کے دہانے لاکھڑا کیا

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

ہے۔ دنیا جنگ کی طرف جا رہی ہے اور قومیں ان کے خلاف اٹھ کھڑی ہوں گی جنہوں نے انہیں ذلت و رسوائی میں جکڑ رکھا ہے۔

ہم اس وقت تبدیلی اور جنگ کی تیاری کے مرحلے میں ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے مجاہد بھائیوں پر امت کے ساتھ ہم آہنگی اور جُڑنے پر زور دیں، تیاری کے کام میں ایک ہی رگڑ پر پے در پے قدم نہیں رکھے جاتے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلو بہ پہلو متوازی کئی راستوں پر سفر کو آگے بڑھایا جائے۔ ہماری امت کے لحاظ سے تیاری کے جو جو راستے ہیں، ان پر چلنا لازم ہے: مسلمان کے عقیدے اور اخلاق کو مضبوط بنانا، دنیا بھر کے مظلوموں کو یہ دعوت دینے کا راستہ^{۲۴} کہ وہ اٹھ کر صیہونیت کا خاتمہ کریں، تاکہ وہ اس کی مادی، اخلاقی اور نفسیاتی قید اور اس کے اثرات سے آزاد ہو سکیں۔

عسکریت کا راستہ یعنی عسکری علوم کا مطالعہ، اسلحے اور عسکری آلات و وسائل کی تربیت لینا، چھوٹا اسلحہ اور اس کی گولیاں خریدنا اور استعمال کا وقت آنے تک انہیں سنبھال کر رکھنا، ٹیکنالوجی کے ساتھ فعال تعامل، دشمن کو بھگانے اور ڈرانے کے نئے طریقے ایجاد کرنا، استعمار کے آلہ کاروں اور ان کی کرپٹ حکومتوں کے خلاف انقلاب کی جدوجہد میں مساجد کو دوبارہ ان کے قائدانہ کردار پر لانا، ہم گلی محلے والوں کا خود کو ایسے خفیہ عوامی مجموعات کی صورت میں منظم کرنا جو وحدت صف کی اہمیت سمجھتے ہوں اور دیہاتوں، شہروں اور پھر صوبوں اور ملک کی سطح پر بعد ازاں امت کی سطح پر آپس میں یکجان ہونے کے لیے آمادہ ہوں، اس وقت جب انہیں ایسی قیادت میسر آئے جس کی قائدانہ صلاحیتوں کو ان کے عمل نے اجاگر کیا ہو، ایسی قیادت جو باشعور، پختہ کار، مخلص، قوی اور امین ہو، اس بابت لکھنے اور کہنے کو بہت کچھ ہے، لیکن طوالت کی بنا پر اسے ایک مقالے میں سمیٹنا مشکل ہے، ورنہ وہ خود ایک مستقل درس بن جائے گا، اس حوالے سے بطور خاص انقلاب اور تبدیلی پر لکھی گئی کتب کا مطالعہ مفید ہوگا۔

اور یہ بات ابھی باقی ہے!

^{۲۴} ۲۰۲۰ء میں نشر ہونے والے مقالے (فیصلہ کن معرکے کی جانب) کے مطالعے کی گزارش ہے۔

کچھ قابل ذکر نکات

- ہمارے ملکوں میں آزاد ملک کہلانے کے لائق وہی ہیں جنہیں طاقت کے ذریعے دشمن سے آزادی دلائی گئی ہے، قابض حکمرانوں اور عالمی صہیونیت کے بیٹوں سے انہیں چھڑانے والے ابطال ہی ان پر حاکم ہیں، ان صفات کے حامل حکمران ہی امریکہ و یورپ کے آگے کھڑے ہو سکتے ہیں اور وہی حقیقی معنوں میں آزاد ہیں، باقی حکمران تو انہی کے غلام ہیں جن کی کمائی سے ان کے آقا حصہ وصول کرتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر پوری کمائی بھی لے لیتے ہیں، جیسا کہ ٹرمپ نے ریاض کے حکمران کے ساتھ کیا۔
- یہ آزاد مسلمان حکام ہی اس لائق ہیں کہ امت مسلمہ کو اس کے موجودہ بحران سے نکال کر اس کی عظمت رفتہ واپس اسے دلائیں، انہوں نے جس طرح غاصبوں سے اپنی زمین چھڑا کر اپنی حکومت قائم کی، اس میں ہمارے لیے بڑی رہنمائی ہے جسے سامنے رکھ کر ہمیں اپنی زمین اور قوم کے حال کے مطابق حکمت عملی تشکیل دینے کی ضرورت ہے، امت مسلمہ کے جو مخلص بیٹے اپنی زمینوں میں تبدیلی کے خواہاں ہیں، ان کے لیے افغانستان جانا، وہاں کے حالات سے واقفیت پیدا کرنا اور وہاں کے تجربے سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے۔
- اپنی شناخت اور اصول طے کیے بغیر ہم کسی بھی کشمکش کا حصہ نہیں بن سکتے، کیونکہ جب تک ہمارے پاس وہ پیغام و دستور نہ ہو جو انسانیت کو اس کے موجودہ مسائل کا حل بتائے، محض اقتدار کی کشمکش میں ہماری شرکت کیونکر ممکن ہے؟ ہمارا تشخص اور پیغام ہی مغرب پر طاری اور صہیونیت کو حرکت میں لانے والی 'عالمی دندنگی' سے ہمارے بچاؤ کی ضمانت ہے۔ یہ ہمارے دینی اصول ہی ہیں جو ہماری جنگ کو مادی کے بجائے اخلاقی بناتے ہیں، ان پر عمل پیرا ہو کر ہی ہم اس قابل ہو سکتے ہیں کہ دنیا ہمیں 'رحم دل فاتح' کا لقب دے، یہ ہمارا دین اسلام ہی تھا جس کی دعوت لے کر ہم چودہ سو پینتالیس سال قبل دنیا کی طرف آئے تھے اور عقیدے کے اختلافات کے باوجود انسانیت اس کے سائے میں امن و سلامتی کے ساتھ ہنسی خوشی وقت گزارتی رہی۔

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

• جس گروہ میں فی الوقت مکمل و جامع جنگی حکمت عملی بنانے کی صلاحیت نہ ہو اسے چاہیے کہ ابتدائی طور پر وہ اپنے دشمن کی حکمت عملی کے بالکل الٹ اپنی حکمت عملی بنائے، مثلاً اگر وہ یہ کہے کہ وہ جنگ کا دائرہ پھیلا نا نہیں چاہتا تو ہمارے لیے لازمی ہے کہ ہماری توجہ جنگ کا دائرہ پھیلانے کی طرف ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ دشمن کے لیے ایک وقت میں کئی محاذ سنبھالنا مشکل ہے، اس لیے وہ چاہتا کہ بقیہ محاذ بھی ٹھنڈے رہیں اور وہ گرم محاذ سے فارغ ہو کر بعد میں ان سے نمٹے، امت مسلمہ کی اقوام پر اس کھلی جنگ میں حصہ لینا ضروری ہے، اس سے ان غلام حکومتوں کی افواج اور ماہرین میں سے کچھ کے بغاوت کر کے امت سے آلنے کے قوی امکانات ہیں، جنگ کا دائرہ پھیلانا اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ امارت اسلامیہ افغانستان کے ابطال مغربی دشمن کو ذلیل کر کے اپنی سر زمین سے نکال چکے ہیں، یقیناً دشمن اب بھی بھاری بھر کم عسکری آلات سے لیس ہے، لیکن وہ مختلف محاذوں پر اقتصادی کمزوری کا شکار ہے، داخلی انتشار اور سماجی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے، کسی بھی جنگ میں شمولیت سے اس کی یہ شکست و ریخت اور بڑھے گی اور وہ جلد اپنے انجام کو پہنچ جائے گا (ان شاء اللہ)، چونکہ افریقہ کے کئی ملکوں نے بھی یورپی استعمار کی بالادستی کی چادر اپنے اوپر سے اتار پھینکی ہے اس لیے ہم پر لازم ہے کہ صہیونی مغرب کو عالم اسلام کے متعدد محاذوں پر ایک نئی جنگ میں الجھائیں، اس کی قوت نچوڑ کر اسے ایسی شکست دیں کہ وہ دوبارہ اپنی بالادستی کا خواب بھی نہ دیکھے۔

• عالم اسلام پر مسلط حکمران صہیونی مشینری کا حصہ ہیں اور ان میں بھی سر فہرست عالم عرب کے حکمران ہیں، دکھاوے کے طور پر بھی مغرب کے خلاف کچھ کہہ کر ہیر و بنانا ان کے لیے محال ہے، یہ تو دشمن کا وہ ہاتھ ہیں جو اس کے مفادات کا محافظ، دین سے برس ر جنگ اور ہم پر ظلم کر کے ہم سے ہماری عزت و آزادی کا غاصب ہے، یہ حکمران ہمیں یہ باور کراتے ہیں کہ عزت کی راہوں پر چلنے میں ہمارے لیے رسوائی و عار کا سامان ہے، یہ کوئی حکمت و عقلمندی نہیں کہ ہم ان کے خلاف بغاوت نہ کریں اور خفیہ جنگ میں ان کا اور ان کے چیلوں کا ہدف قتل نہ کریں، یہ سارے بلا استثنا جائز ہدف ہیں، ہر ممکن طریقے سے انہیں ہٹائے اور ختم کیے بغیر نہ تبدیلی آسکتی ہے اور نہ دین کی نصرت ہی کی جاسکتی ہے۔ خبریں دیکھتے

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

رہنا، منہ بسور نا اور شہداء پر اظہارِ افسوس کرنا یہ آزادی اور نجات کا راستہ نہیں، بلکہ آزادی کا راستہ یہ ہے کہ خود کو منظم کیا جائے، حکمت عملیاں بنائی جائیں اور ہتھیار حاصل کر کے جنگ میں کودا جائے۔

- حکمرانوں کے مددگاروں کا ایک بڑا طبقہ جو ان کا اولین دفاعی خطہ ہے، غیر عسکری ہے، یعنی زر خرید اہل علم اور ان کے بھائی بند سیاسی اور کاروباری لوگ، نیز ذرائع ابلاغ اور فلمی صنعت سے وابستہ کچھ گروہ، یہ عوام کے دماغوں سے کھیل کر انہیں فتنے میں ڈالتے ہیں، حقائق اور تاریخ کو مسخ کرتے ہیں، ان کو فی الحال اپنے حال پر چھوڑ دیں، لیکن جب صفیں چھٹ جائیں اور عام لوگوں کی نگاہوں میں بھی ایمان اور کفر کا خیمہ الگ ہو جائے تو ان کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ ہر ممکن طریقے سے ان کا شتر ختم کیا جائے۔

- ایک ایسی جنگ میں جس میں دشمن اپنے اتحادیوں کی کمک سے مضبوط ہوتا ہے، اتحادیوں کو دشمن کی کمک کے لیے یونہی بلا محاسبہ نہیں چھوڑا جائے گا، اتحادیوں کو خواہ کمک کے لیے آتے ہوئے نشانہ بنایا جائے یا ان کی اپنی زمین پر دونوں میں کوئی فرق نہیں، اور اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہدف نے فوجی وردی پہن رکھی ہے یا نہیں، اور خواہ ہدف سیاسی ہو یا معاشی، البتہ یہ ضروری ہے کہ یہ ضرر نہیں اتحادی حکومت کے لیے تکلیف کا موجب ہوں، اس کی کمزوری کو ظاہر کریں، ان کے خوف سے دیگر اتحادی دشمن کی کمک سے باز آجائیں، اتحادی حکومت کی عوام کو دباؤ میں لا کر انہیں مشتعل کر دیں تاکہ وہ اپنی قیادت کو دشمن کی کمک سے رکنے، اسلامی زمینوں سے انخلا اور مسلمانوں کی تبدیلی کی کوشش میں مداخلت نہ کرنے پر مجبور کرے۔

- امریکی، برطانوی اور دیگر صہیونی ریاستوں کے حکام جو فلسطین میں قاتلوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں، نیز وہ سیاسی نظام جس کے ذریعے یہ سب حکومت کرتے اور جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں، ہمارے لیے جائز ہدف ہیں، یہ حکمران وہ بیان بازیاں کرتے ہیں جن پر خود ان کا اپنا عمل نہیں ہوتا، سارا ملہ نیتن یاہو پر ڈال کر اس پر نرم الفاظ میں تنقید کرتے ہیں، اور اپنے سیاسی مواقف، اسلحہ بارود، انٹیلی جنس معلومات اور محاصرہ کے ذریعے اہل غزہ کو بھوک پیاس کا شکار کر کے اس کی مدد بھی کرتے ہیں، سو یہ سبھی انسانیت

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

کشی کی اس مہم اور اسلام کے خلاف جنگ میں پورے پورے شریک ہیں۔ نیتن یاہو، بائبل اور اسلام کے خلاف یکجا بقیہ یورپی سڑاند میں کوئی جوہری فرق نہیں۔

- ہولوکاسٹ (نازیوں کے ہاتھوں یہود کا قتل عام) جو فلسطین کی طرف یہود کی ہجرت کا سبب بنا، اسے بے نقاب کرنا ضروری ہے کہ یہ محض ایک افسانہ ہے، ہولوکاسٹ کے وقوعے کے انکار میں کئی کتابیں نشر ہو چکی ہیں، جن میں پہلی کتاب امریکی وکیل فرانسیس پارکر یوکی (Francis Parker Yockey) کی کتاب: امپیرم^{۲۸} تھی، اس موضوع پر بہری ایلمر ہارنٹس (Harry Elmer Barnes)، جیمس مارٹن (James J. Martin)، ویلس کارٹو (Willis Carto)، فرانسیسی مورخ پال راسینیہ (Paul Rassinier)، ڈیوڈ ایرونگ (David Irving)، رچرڈ ویرل (Richard Verrall) اور راجر گاروڈی (Roger Garaudy) نے بھی لکھا ہے اور سب نے ہولوکاسٹ کے وقوع پذیر ہونے کی نفی کی ہے^{۲۹}، کیونکہ زندہ جلائے جانے کے واقعات، گیس چیمبر ز اور حراستی کیمپوں کا کوئی ثبوت نہیں ہے، تفصیل کے لیے مذکورہ بالا کتب کی طرف رجوع کریں۔

^{۲۸} Imperium: The Philosophy of History and Politics (1948) by Francis Parker Yockey

^{۲۹} ہولوکاسٹ کے نام پر جو تصویریں دنیا کے سامنے نیرنبرگ (Nuremberg) کی عدالت میں پیش کی گئی ہیں، ان میں سے بہت سی جرمنوں کے اپنے ریکارڈ سے ہی لی گئی ہیں، ان تصویروں میں جرمنوں نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ جرمنی میں قحط اور ناانفیکانڈ کامرض کتنا زیادہ پھیل گیا، بالخصوص جنگ کے آخری سالوں میں، یہود کے اجتماعی قتل عام کے اہم ترین ثبوت کے طور پر جو تصویریں نورمبرگ کی عدالت میں پیش کی گئیں وہ درحقیقت جرمنی کے شہر ڈریسڈن (Dresden) پر ۱۳ سے ۱۵ فروری ۱۹۴۵ء تک ہونے والی اتحادیوں کی بدنام زمانہ بمباری کی تھیں، یہ بمباری دوسری جنگ عظیم کے ان اہم ترین واقعات میں سے ہے جس پر کافی زیادہ بحث و مباحثہ ہوا، اس شہر پر تقریباً ۹۰۰۰ ٹن وزنی بم برسائے گئے، شہر کے کل اٹھائیس ہزار چار سو دس مکانات میں سے چوبیس ہزار آٹھ سو چھیانوے (۲۳۸۶۶) تباہ ہوئے، نیز ۲۷ سکول، اٹھارہ گرجے، ۵۰ تھیٹر، ۵۰ ہینک، ۶۱ ہوٹل اور ۳۱ تجارتی مراکز تباہ ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ پچیس ہزار سے پینتیس ہزار کے لگ بھگ عام شہری اس بمباری میں ہلاک ہوئے۔ (دیکھو پینڈیا)

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

• امت ابطال سے عشق کرتی ہے اور انہیں دیکھنے کا شوق رکھتی ہے، سو غزہ کے مجاہدین کو چاہیے کہ اپنے جنگی ابطال کو سامنے لائیں، امت کو ان کی آواز سنائیں جس میں وہ اپنے جنگی کارنامے بیان کریں، ضروری ہے کہ امت اپنے صبح و شام ان کے ساتھ بتائے، ان کے رنج و الم سے بھی واقف ہو اور ان کے قہقہوں، ہنسی مذاق سے بھی، یہ بھی ضروری ہے کہ امت شہداء کی کچھ نہ کچھ سیرت پڑھے، خواہ وہ شہداء مجاہدین ہوں یا ثابت قدم عوام کے افراد۔

• کیمرے کی آنکھ میں اتفاقیہ محفوظ ہو جانے والے ایک منظر کی وجہ سے امت نے 'سیاہ چادر پوش' مجاہد کو اپنا نبیر و مان لیا، سجدے میں شہید ہونے والے مجاہد کے ساتھ بھی اپنی محبت کا خوب خوب اظہار کیا اور ان دونوں کو ایک رمز و علامت بنا لیا، مجاہدین کو چاہیے کہ وہ اپنے متعدد ابطال کو سامنے لائیں، کچھ خاموشی سے دشمن کے ساتھ اسی کی زبان یعنی طاقت کی زبان میں بات کریں، کچھ دشمن کو نشانہ بنا کر غزہ کی شاموں اور راتوں میں آگ کی روشنی میں کارروائی کا احوال بیان کریں، کچھ دشمن کو ضرر میں لگائیں اور اپنی حکیمانہ گفتگو سے امت کو بھی جوش دلایں، سو کہاں ہے آپ کا ٹینکوں کا شکاری مجاہد؟ کہاں ہے دشمن کے فوجیوں کا شکاری؟ کہاں ہیں وہ مجاہد جو دشمن کے زیر قبضہ علاقوں میں ہدف قتل کرتے ہیں؟ کہاں ہیں وہ شاعر جو اپنی شاعری سے قوموں کے جذبات کو ثریا کا ہمسر بنا دیں؟ کہاں ہیں؟ کہاں ہیں؟ بے شمار جواب طلب کہاں، امت اور مجاہدین کو تک رہے ہیں۔

• ایٹمی ہتھیاروں کی غیر موجودگی کی صورت میں مغرب میں ایسے سلیپر سیلز³⁰ (Sleeper cells) اور انفرادی مجاہدین کا ہونا ضروری ہے جو جنگ کو دشمن کی زمین پر منتقل کریں، بالخصوص دشمن کی معیشت اور امن کو خراب کریں اور ان کی قیادت کو ہدف بنائیں، ایسے سلیپر سیلز اور انفرادی مجاہدین کے نہ ہونے سے جہادی محاذوں پر تکنیکی سطح (Tactical level) کے ایٹمی حملے کی تلوار ہمیشہ لٹکتی رہے گی،

³⁰ ایسا گروہ جو غیر فعال ہو اور اس کے افراد کسی معاشرے کا حصہ بن چکے ہوں اور کسی خاص موقع پر یا کوئی خاص اشارہ ملنے پر کوئی کارروائی کریں۔

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

لیکن سلپہریل کا وجود اور وقتاً فوقتاً ان کی کارروائیاں ہماری وہ جوانی قوت ہیں جس کا خوف دشمن کو انتہائی قدم اٹھانے سے باز رکھے گا۔

• ایسا دشمن جس کی سرے سے کوئی اخلاقیات ہی نہ ہوں اور وہ اپنے مد مقابل کو انسان ماننے پر ہی تیار نہ ہو، ایسے دشمن کے خلاف فیصلہ کن معرکے میں جنگ کی حدود و قیود اور اصول نہیں طے کیے جاسکتے، وہاں جنگی اخلاقیات پر بات کرنا درست نہیں، بلکہ معاملہ بالمثل (جیسے کو تیسرا، اگلے کا بدلہ) پر بات ہونی چاہیے، جنگ کے اصولوں کی بات معاصر دنیا میں وہیں کی جاتی ہے جہاں فریقین جنگ کو حتمی انجام تک پہنچانے سے قاصر ہوں یا گھبراتے ہوں، ایسے میں وہ داخلی غیظ و غضب کو بے قابو ہونے سے روکنے کے لیے یہ راگنی الاپتے ہیں۔ چلیں! مان لیتے ہیں کہ 'جنگی اخلاقیات' نامی کوئی چیز واقعتاً موجود ہے، لیکن تب بھی ہمیشہ کسی عمل کے جواب میں زبانی رد عمل دینا بھی ہیبت و دہشت کو ختم کر دیتا ہے، کہ چونکہ تم نے ایسا کیا ہے تو میں بھی اس کا جواب دوں گا، رعب و ہیبت قائم کرنے کا اصول یہ ہے کہ دشمن پر بھرپور ضرب لگانے میں پہل کی جائے۔

• دشمن جنگ سے پہلے، جنگ کے دوران اور جنگ کے بعد بھی نفسیاتی جنگ اور خوف کے ہتھکنڈوں سے کام لیتا ہے، لیکن جنہیں اپنے رب پر بھروسہ ہو، ان پر یہ حربے کارگر نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ مولوی احسان اللہ احسان^۳ پر رحم فرمائے، جب سعودی سفیر عامری نے انہیں دھمکایا کہ جو امریکہ سے دشمنی مول لیتا ہے وہ زمین پر چل سکتا ہے نہ زندہ رہ سکتا ہے (ہمارے سامنے مولوی صاحب نے اپنی خوبصورت عربی میں یہی الفاظ نقل کیے)۔ مولوی صاحب نے اسے جواب دیا کہ مجھے پتہ نہیں تھا کہ تم امریکہ کے سفیر بن گئے ہو، یاد رکھو! میرے دین نے مجھے سکھایا ہے کہ بہت سے کام ایسے ہیں جو اللہ کے

^۳ مولوی احسان اللہ احسان کا شمار 'تحریک اسلامی طالبان' اور پھر امارت اسلامیہ افغانستان کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ہی امارت اسلامیہ کے قیام کے وقت علماء کے سامنے ملا عمر مجاہد کے لیے 'امیر المؤمنین' کے خطاب کا مشورہ رکھا۔ مولوی احسان اللہ احسان کو مزار شریف میں شمالی اتحاد کی 'حزب وحدت' نے مذاکرات کا جھانسا دے کر بلایا اور دھوکے سے شہید کر دیا۔ (ادارہ)

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

سواور کوئی نہیں کر سکتا، عزت بھی وہی دیتا ہے ذلت بھی، اگر اس میں سے کسی کا اختیار امریکہ کے پاس ہے تو وہ کر گزرے۔

• ’تحفظ خوشحالی آپریشن‘^{۳۲} اس جنگ کی سب سے تعجب خیز چیز ہے، مغرب غزہ میں ہونے والی انسانی خلاف ورزیوں کے خلاف ہر روز الفاظ کی جگالی کرتا ہے تاکہ خطے کی صورتحال قابو سے باہر نہ ہو جائے، لیکن بجائے اس کے کہ وہ صہیونیوں کو غزہ میں درندگی سے بزور بازو رکھے، وہ اس درندگی کو جاری رکھنے کے لیے اسے ہر قسم کی امداد فراہم کر رہا ہے، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر اس نے اپنے جنگی جہاز بھیج کر یمن میں بھی ایک محاذ کھول دیا ہے، تاکہ فلسطین پر قابض صہیونیوں تک مشرق کی جانب سے آنے والے ساز و سامان کی ترسیل متاثر نہ ہو! یہ کیسا نفاق، کھلوڑ اور ذلالت ہے؟ یہ اس وجہ سے اتنے بے باک ہو گئے ہیں کہ خطے کے حکمرانوں میں کوئی بھی غیرت مند نہیں؟ جی! سارے ہی صہیونی ہیں، ان سے کوئی امید نہیں، اب عوام کا وقت ہے کہ وہ کچھ کر دکھائیں۔

’تحفظ خوشحالی آپریشن‘ سے بھی زیادہ تعجب خیز بحرین کے صہیونی نوکر کا موقف ہے! اس نے سات اکتوبر کے ابطال پر درندگی کی تہمت لگائی اور تحفظ خوشحالی آپریشن کا حصہ بن گیا، یہ بیچارہ اس اتحاد کی کیا خدمت بجالا سکتا ہے سوائے اس کے کہ عربی لباس پہن کر اس اتحاد میں ایک ناکام عرب جزیرے کی نمائندگی کرے؟ خلیج کے شمال میں واقع بحرین بیچارے کے وسائل ہی کیا ہیں؟ اس کا محل وقوع بھی اتنا دور دراز ہے کہ بحر احمر سے اس کا کوئی لینا دینا ہی نہیں، ان شاء اللہ جزیرہ بحرین کے مخلص لوگ خود ہی مغرب کے اس نوکر کے خلاف عملی اقدام کریں گے۔

• افغانستان، یمن، صومالیہ اور مغرب اسلامی کے تجربات ایک بنیادی چیز کی طرف ہماری امت کی رہنمائی کر رہے ہیں یعنی مسلح عوام جسے نہ کوئی بیرونی دشمن جھکا سکتا ہے اور نہ اندرونی آمر، جو بھی خوش فہم فرد یا نظام ان پر مسلط ہونا چاہتا ہے، یہ اس کی خوش فہمی بہت جلد دور کر دیتے ہیں، مسلح عوام ہی غلط فیصلوں

^{۳۲} Operation Prosperity Guardian حوثیوں کے حملوں سے اسرائیل اور اس کے حامی ملکوں کے جہازوں کی حفاظت کے لیے

متشکیل دیا جانے والے کثیر القومی سمندری فوجی اتحاد کا بحری آپریشن۔ (ادارہ)

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

کونافذ ہونے سے روکتے ہیں، وہی ریاست اور اس کے اداروں کی اصل قوت ہوتے ہیں جس سے دشمن ڈرتے ہیں، بھلا اس قوم پر چڑھائی کرنے کی جرأت کس میں ہے جس کی فوج وہاں کی عوام ہو؟ لہذا مسلمانوں پر بطور خاص لازم ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس اپنا ذاتی ہتھیار ہو، اور اسے چلانے کی پوری تربیت بھی حاصل کرے، کچھ کے پاس خصوصی ہتھیار بھی ہونے چاہئیں، ہماری قوموں کو جنگی تربیت دینا ضروری ہے، انہیں جنگی حربے پڑھانا اور ان کی عملی مشق کروانا ضروری ہے، انہیں سٹریٹیجی کا شعور دینا ضروری ہے، سمجھدار حکومت اپنے عوام کو مسلح کرتی ہے، اس بات کی اہمیت سے انکار نہیں کہ اسلامی حکومت میں سرحدات کی حفاظت اور معاشرے میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے مستقل ادارے ہونے چاہئیں۔ لیکن عوام کو مسلح کرنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے، کیونکہ مسلح عوام ایسا حفاظتی حصار ہیں جس میں نقب لگانا ممکن ہے۔

• ایک وقت میں شہیدی حملے بہترین جوابی قوت تھے، لیکن افسوس کہ جب عراق و شام میں مجاہدین نے کم اہمیت کے حامل اہداف پر بھی ان کا استعمال شروع کر دیا تو ان کی اصل ہیبت ختم ہو گئی، نابود ہونے سے بچاؤ کے لیے ایک ایسا اسلحہ ہونا ضروری ہے جس کا خوف دشمن کو آخری حد تک جانے سے روکے رکھے، ہمارے پاس یہ اسلحہ مسلح عوام کی صورت میں موجود ہے اور اسی کو ہمیں دنیا کے سامنے اپنی قوت کے طور پر پیش کرنا ہے۔ ایک آزاد اور اہل افغانستان، یمن، صومالیہ اور مالی وغیرہ کی طرح مکمل مسلح عوام سے لڑنے کا جگر اکس کا ہے؟ پھر بھی کسی بڑی یا ”چھوٹی“ طاقت کو ایسی عوام سے لڑنے کا شوق چرائے تو وہ اپنے مردوں کی تدفین کے لیے کفن اور تابوت ہمراہ لائے، ان قوموں کی زمین پر بھلا کون قابض رہ سکتا ہے جن کی عوام ہی ان کی فوج ہو!

• مغربی استعمار بعد ازاں عالمی صہیونیت ہمارے عالم اسلام بالخصوص عالم عربی کی حکومتوں پر پوری طرح قابض ہے، لیکن ہمارے عوام کی بہت کم تعداد ان کے زیر اثر ہے، سو ہمارے لیے ہرگز روا نہیں کہ انہیں یونہی چھوڑ کر دشمن کی ترغیب و ترہیب کے لیے لقمہ تر بننے دیں، ہمیں پوری کوشش کر کے اپنے

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

عوام کو انقلاب کا شعور دینا ہے، اس کا طریق کار بتانا ہے، انہیں حکام کو روند ڈالنے کی ترغیب دینی ہے، اور اس پورے عمل کے لیے بڑی باریک بینی سے لائحہ عمل مرتب کرنا ہے۔

- رمضان کے ماہ مقدس میں بھی غزہ میں ظلم و سربیت کا جاری رہنا ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ اسلامی زمینوں پر صہیونیوں (مغربیوں اور یہودیوں) کے تمام مفادات کو نشانہ بنایا جائے، یہ بالخصوص ان اداروں اور کمپنیوں میں کام کرنے والے اہل اسلام کا فریضہ ہے، اور یہ وار ایسا بھرپور ہو کہ اس کی تکلیف صہیونیوں کو پوری طرح محسوس ہو، کیونکہ اقصیٰ کی نصرت کا خود پر عائد شدہ فریضہ ادا کرنے میں پہلے ہی بہت تاخیر کر چکے ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوْ
انْفِرُوا بِجُوعٍ (سورة النساء: 71)

”اے ایمان والو! (دشمن سے مقابلے کے وقت) اپنے
بچاؤ کا سامان ساتھ رکھو، پھر الگ الگ دستوں کی شکل
میں (جہاد کے لیے) نکلو، یا سب لوگ اکٹھے ہو کر نکل
پڑو (لیکن نکلو ضرور)۔“

اللہ جل شانہ حکم دے چکے ہیں:

انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ.
(سورة التوبة: 41)

”جہاد کے لیے“ نکل کھڑے ہو، چاہے تم ہلکے ہو یا
بو جھل، اور اپنے مال و جان سے اللہ کے راستے میں جہاد
کرو۔ اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہی تمہارے حق میں بہتر
ہے۔“

سواب کس کا انتظار ہے؟

- سات اکتوبر کے مبارک حملوں کے جائز و شرعی اہداف کی تکمیل کے لیے ہم سبھی قیدی یہودیوں اور ان کی حفاظت کی مسئلے میں مشغول رہے، جبکہ دشمن نے جنگ کے قریبی ہدف: فلسطینیوں کا قتل عام اور

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

غزہ سے مجاہدین کا انخلا، کے حصول کے لیے مذاکرات کی میز اور قیدیوں کے مسئلے کو چنداں اہمیت نہیں دی۔

قیدیوں کے ذریعے مطالبات منوانے میں ہم نے سابقہ تجربات کو ہی پیش نظر رکھا اور اس جانب توجہ نہیں کی کہ صہیونی دشمن پہلے کے مقابلے میں زیادہ نسل پرست اور مغرور ہو گیا ہے، اب اسے اپنے عوام کے مطالبات اور اپنے قیدیوں کی زندگی کی کوئی پروا نہیں رہی، کیونکہ جس خطرے کا اسے سامنا ہے، وہ اس کا حقیقی حجم جان چکا ہے اور موجودہ صورتحال کو خطے میں خود کو درپیش خطرات سے نمٹنے کے لیے ایک سنہری موقع گردانتا ہے، ان کی دیدہ دلیری اس وجہ سے بڑھ گئی ہے کہ وہ دنیا کو ایک ایسے باڑے میں بدل چکے ہیں جس کے تمام جانور (یہود بقیہ تمام غیر اقوام کو جانور ہی سمجھتے ہیں) ان کی خدمت میں لگے ہیں، امریکہ اور یورپ کی حکومتیں بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی واپسی کی پیشین گوئیوں کے تناظر میں ان کا ساتھ دے رہی ہیں، لہذا یہود بلا جھجک اس وقت جنگ کا ایک مرحلہ وار ہدف یعنی خطے کی نئی سیاسی تشکیل کے حصول کے لیے کام کر رہے ہیں، جو کہ آخری ہدف یعنی عالمی سطح پر نئی سیاسی تشکیل (نئے ترین عالمی نظام) کی تمہید ثابت ہو گا، یہ ان کی آرزوئیں ہیں جو ان شاء اللہ ہرگز پوری نہیں ہوں گی۔

• قیدیوں کے موضوع پر گہرائی کے ساتھ تحقیق کرنے کی ضرورت ہے، معرکوں کے دوران ہمیں اللہ جل جلالہ کے اس ارشاد پر عمل کرنے کی ضرورت ہے:

”یہ کسی نبی کے شایان شان نہیں کہ اس کے پاس قیدی رہیں جب تک کہ وہ زمین میں (دشمنوں کا خون خوب اچھی طرح نہ بہا چکا ہو) (جس سے ان کا رعب و دبدبہ خاک میں مل جائے) تم (فدیے کی صورت میں) دنیا کا ساز و سامان چاہتے ہو اور اللہ

مَا كَانَ لِيَبْئِيَ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَنْسَى حَتَّى يُفْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ لَوْلَا كِتَابُ رَبِّكَ لَمَسَّكُمْ فُتُورٌ مِمَّا آخَذْتُمْ عَادَابَ عَظِيمٍ (سورة الانفال: 67-68)

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

(تمہارے لیے) آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے اور اللہ

صاحبِ اقتدار ہے حکمت کا مالک ہے۔“

دشمن کے شکست کھانے اور جنگی عمل ختم ہونے کے بعد جب غنیمت اور اسلحہ سمیٹا جاتا ہے، اسی وقت بقیۃ السیف دشمنوں کو قید کیا جاتا ہے، البتہ دورانِ جنگ بھی خاص کارروائیاں کر کے دشمن کے اہم افراد کو گرفتار کر کے دشمن سے بزور اپنے مطالبات منوائے جاتے ہیں، مذاکرات کے ذریعے سیاسی حل تک پہنچنے کے لیے اقدامی جنگ کو بڑھانا اور تقویت دینا لازم ہے، محض دفاع میں شجاعت دکھانا کافی نہیں، لازم ہے کہ دنیا بھر کے مجاہدین اس نکتے کو اچھی طرح سمجھ لیں، پھر اصل بات کی طرف آتے ہیں، گرفتاری اور انوکاری کا موضوع بحث طلب ہے، ایسی کارروائیوں سے ہدف کے حصول میں کافی زیادہ وقت درکار ہوتا ہے۔

• تمام دنیا کے مجاہدین کو چاہیے کہ وہ جنگ ختم ہونے کے بعد اپنی ساری کارکردگی پر نظر ڈال کر اس کا ایک خلاصہ تیار کریں، تاکہ ہم اس کی روشنی میں اپنے آئندہ لائحے تشکیل دیں، ہم پر لازم ہے کہ دشمن کی محض عسکری معلومات کے حصول پر اکتفا نہ کریں، بلکہ اس کے آئندہ اقدامات اور مہم جوئیوں کو جاننے کے لیے ہمیں اس کی مکمل داخلی صورت حال کا باریک بینی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے، میں اللہ جل شانہ سے دعا گو ہوں کہ سات اکتوبر کی اس کارروائی کے سب منصوبہ بندی کرنے والوں، اسے انجام دینے والوں، دشمن کے ردِ عمل پر صبر کرنے والوں، سب کچھ قربان کر دینے والوں اور مقدور بھر اسباب اختیار کرنے والوں کو پورا پورا اجر دے، اس میں کوئی کمی نہ کرے، ان سے اگر کوتاہی ہوئی ہے تو میں انہیں معذور سمجھتا ہوں، کیونکہ پورے خطے کے نام نہاد اسلامی لشکروں نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا، نیز عوام کو بھی ایسی کوئی قیادت میسر نہ ہوئی جس کے تحت وہ غزہ کے مسلمانوں کی نصرت کرتے۔

• دشمن کے مظالم کا جواب باتوں سے نہیں عمل سے دینا چاہیے، تاکہ وہ مزید جبری نہ ہو اور مظالم سے باز آ جائے، کمزور ردِ عمل تنظیموں اور ریاستوں کی کمزوری کو مزید گہرا کرتا ہے، اس لیے کمزور جواب دینے

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بلکہ جنگ لڑی جا رہی ہے!

سے بہتر ہے کہ جواب دیا ہی نہ جائے، جب آپ بیرونی دشمن کے حملے کا جواب دیتے ہیں تو داخلی مخالفین گھبرا کر باز آ جاتے ہیں اور طے کردہ حدود سے تجاوز نہیں کرتے، بیرونی حملے کا جواب نہ دینا داخلی مخالفین کو بھی سرکشی پر اکساتا ہے، سو جب دشمن کی طرف سے پے درپے حملے ہوں تو سمجھ جائیں کہ آپ نے ہی کمزور ردِ عمل دکھا کر اسے شہ دی ہے، اس سے داخلی مشکلات بھی بڑھیں گی، کیونکہ تنظیم یا ریاست کی ہیبت و دبہہ تو ختم ہو چکا، اور اس کا بحال کرنا کوئی آسان کام نہیں، اللہ رب العالمین نے ہمیں پہلے ہی یہ سب بتا دیا ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُوهُمْ ۚ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفِّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ.

(سورۃ الانفال: 60)

”اور (مسلمانو!) جس قدر طاقت اور گھوڑوں کی چھاؤنیاں تم سے بن پڑیں ان سے مقابلے کے لیے تیار کرو، جن کے ذریعے تم اللہ کے اور اپنے (موجودہ) دشمن پر بھی ہیبت طاری کر سکو، اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جنہیں تم ابھی نہیں جانتے، (مگر) اللہ انہیں جانتا ہے۔ اور اللہ کے راستے میں تم جو کچھ خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا اور تمہارے لیے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔“

● لازم ہے کہ ہمارے معاشروں کی فطری حالت، ہماری آب و ہوا اور ماحول ہی طے کریں کہ ہمارے یہاں کا تمدن کیسا ہو! اس کے ساتھ اگر یہ بات بھی شامل کر دی جائے کہ ہمیں ایک ایسے دشمن سے بھی پالا ہے جس کی مجرمانہ فطرت کسی قاعدے قانون اور اخلاقیات کی پابند نہیں، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے تمدن کی بنیاد سادگی پر ہونی چاہیے، لیکن صد افسوس کہ ہم بلا سوچے سمجھے محض مغرب کی اندھی تقلید میں انہی کے تمدن، خوارک و پوشاک کے دیوانے ہیں، یہ فکر کیے بغیر کہ کیا یہ تمدن ہماری شناخت کی نمائندگی کرتا ہے؟ یا کم از کم اس سے کوئی مناسبت رکھتا ہے؟ تمدن کے یہ مظاہر تہذیبی ترقی کی علامت نہیں، بلکہ یہ تو دین و فطرت اور ماحول و آب و ہوا کے تقاضوں کی جھلک ہیں۔

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

ٹیکنالوجی میں مغرب کی برتری اس کی تہذیبی برتری کی دلیل نہیں، ٹیکنالوجی کی یہ ترقی صدیوں سے جاری انسانی کوششوں کا نتیجہ ہے، جن میں ہر قوم نے اپنا حصہ ڈالا ہے، سو کسی بھی امت کی حقیقی برتری کا پیمانہ اس کی اقدار و اخلاقیات ہیں اور وہ پیغام ہے جو وہ انسانیت کے سامنے پیش کرے، اور ان باتوں میں مسلمانوں کا کوئی مد مقابل نہیں۔ خلاصہ یہ کہ شہرِ بسا نے کی مہم میں سادگی پیش نظر رہے، تعمیرات میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے، تاکہ ہم دشمن کے ہاتھ اپنی کوئی ایسی کمزوری نہ دیں جس سے وہ فائدہ اٹھائے۔

نیز مغربی نظام ہائے حکومت (جمہوریت، دستوری بادشاہت) کی درآمد اور قومی ریاست، قومیت اور علاقائیت کے فلسفے کی ترویج بھی ہمارے دین و ثقافت، عادات و اطوار سے میل نہیں کھاتی، یہی دین اور یہی ثقافت تھی جس کی بدولت ہم دنیا پر حاکم ہوئے، جب سے ہم نے درآمد شدہ افکار کو اپنایا اور یہ آلہ کار حکمران ہم پر مسلط ہوئے ہم مسلسل زوال کا شکار ہیں، واپس اپنے دین و ثقافت کی طرف لوٹنے کے سوا اس بحران سے نکلنے کا اور کوئی راستہ نہیں۔

● خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد عالم عرب کی فوجوں نے کوئی قابل ذکر مکمل فتح حاصل نہیں کی، البتہ عوامی انقلابات کی کامیابی کی صورت میں اس کے ثمرات ضرور سمیٹے ہیں، ہماری منظم عوامی قوتوں نے ہی انقلاب کی اکثر مسافت طے کی جس کے نتائج دور رس ہیں، کیونکہ ہم اپنی تمام کوششوں میں موجودہ صورت حال سے سبق حاصل کر کے اگلا قدم اٹھاتے ہیں، لازم ہے کہ انقلاب لانے کے لیے ہم اپنے عوام کی حوصلہ افزائی کریں، انہیں انقلاب کا فلسفہ اور سٹریٹجی سمجھائیں، اس کے وسائل و ذرائع سے روشناس کروائیں، تاکہ عوامی قوتیں یہ طے کر سکیں کہ کون سی حکمتِ عملی ان کی زمین، عوام اور خود ان کے مطابق ہے، اور انہوں نے اپنی قیادت کیسے تیار کرنی ہے، عوام کو اپنے ساتھ ملا کر آگے بڑھنے کے لیے اپنی صف بندی کیسے کرنی ہے، اپنے اصولوں کی مناسبت سے اپنے اداروں کی تاسیس کس طرح کرنا لازم ہے، تبدیلی کے مشہور طریقوں (دعوت، بغاوت، گوریلا جنگ، خفیہ کارروائیاں اور انقلاب) میں سے

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

- کون سا ان کے حال کے مناسب ہے، یا پھر اپنے خصوصی حالات کے پیش نظر انہیں ایک نیا طریقہ ایجاد کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ اپنا سیاسی مستقبل بنا کر اپنا نظام کھڑا کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔
- باریک بینی سے دیکھنے والوں پر روشن ہے کہ تبدیلی کا عمل صحیح راستے پر قدم بقدم چل کر مکمل ہوتا ہے، ارشاد باری ہے:

إِذْ يُرِيكُمُ اللَّهُ فِي مَتَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرَأَيْتُمْ كَيْفَ تَلْفَسِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِنَّهُ عَلَيْهِ يُدَاتِ الصُّدُورُ ۝ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ التَّفَقُّتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْصِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۖ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ.

”اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ تمہیں خواب میں ان (دشمنوں) کی تعداد کم دکھا رہا تھا اور اگر تمہیں ان کی تعداد زیادہ دکھاتا تو (اے مسلمانو) تم ہمت ہار جاتے اور تمہارے درمیان اس معاملے میں اختلاف پیدا ہو جاتا لیکن اللہ نے تمہیں (اس سے) بچالیا۔ یقیناً وہ سینوں میں چھپی ہوئی باتیں خوب جانتا ہے۔ اور وہ وقت یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے مقابل آئے تھے تو اللہ تمہاری نگاہوں میں ان کی تعداد کم دکھا رہا تھا اور ان کی نگاہوں میں تمہیں کم کر کے دکھا رہا تھا تاکہ جو کام ہو کر رہنا تھا اللہ اسے پورا کر دکھائے، اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔“

(سورۃ الانفال: 44-43)

دشمن کو حقیقت کی نگاہ سے جانچنا ضروری ہے، اس کی طاقت کی بابت ایسا مبالغہ درست نہیں جو خوف کا باعث ہو، اسی حقیقی تجزیے کی نتیجے میں گیارہ ستمبر کی مبارک کارروائیاں، افغانستان کی جنگ اور سات اکتوبر کا مبارک طوفان پایہ تکمیل کو پہنچا۔ مجاہدین نے مغرب اور یہود کا رعب ختم کر دیا، ان کی فوجوں کی طاقت کا وہم زائل کر دیا، عامۃ المسلمین کے سامنے آزادی کے سنگ میل واضح کر دیے اور استعمار اور اس کے غلاموں سے نمٹنے کا طریقہ سکھا دیا۔ طاقت سے جو چیز چھینی جائے وہ آستانوں پر پیشانیاں ٹیکنے اور آہ و بکا سے واپس نہیں ملتی، بلکہ صرف قوت سے ہی اس کا دوبارہ حصول ممکن ہے۔

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

- تبدیلی کے عمل کی اہم ترین پیش رفت حقیقی دشمن کی پہچان ہے، بعض دشمن ایسے ہوتے ہیں جو اصل دشمن نے اپنے آپ کو چھپانے کے لیے اپنے سامنے کیے ہوتے ہیں، آج کے دور میں دشمنوں کی فہرست بڑی طویل ہے، اس میں مقامی، علاقائی اور عالمی سطح کے دشمن شامل ہیں، جنگ کو اچھی طرح لڑنے کے لیے اسی فہرست کی روشنی میں انقلاب کی حکمت عملی طے کرنا ضروری ہے کہ کس سے ہمیں جنگ کرنی ہے، کس کو غیر جانبدار رکھنا ہے، کس کو ڈرا کر رکھنا ہے اور کس کے ساتھ اتحاد کرنا ہے۔ ناممکن کچھ بھی نہیں، کیونکہ اللہ جل جلالہ ہی جنگ کو چلا رہا ہے، وہی ہر مرحلے کے لیے رجال کار فراہم کرتا ہے، اہم یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اللہ کے عطا کردہ موقع پر اپنا کردار ادا کرے، ہر ایک وہی کام انجام دے گا جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے، سو امت کے معاملات کے امین، کہنہ مشق و معتبر اہل علم و فکر و سیاست وغیرہ اپنا وہ کردار ادا کریں جس کی ان سے توقع کی جاتی ہے۔

تبدیلی کے راستے پر

- یہود کے ساتھ جنگ ہمیشہ ہی بقا کی جنگ رہے گی، نہ کہ محض سرحدات کی۔ اور ان کا آخری انجام تب ہو گا جبکہ درخت و پتھر بھی ان کے خلاف بولیں گے، اور اس وقت کے آنے سے پہلے بھی اللہ ان پر اپنے ایسے بندے مسلط کرے گا جو ان یہود کو سخت سزا دیں گے، میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ اس جہادی نسل کے فرزند ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں اللہ نے یہود اور یہود کی صف میں موجود لوگوں کو سزا دینے کے لیے چن لیا ہے۔
- سفاک نیتن یاہو کے انجام کی یہ چند صورتیں ممکن ہیں: ایک یہ کہ قیدیوں کے اہلخانہ میں سے یا اس سے نفرت کرنے والا کوئی اور یہودی اسے قتل کر دے، دوسرا یہ کہ وہ کہیں بھاگ کر اپنی جان بچالے، تیسرا یہ کہ اس پر مقدمہ چلایا جائے اور اسے عمر قید ہو جائے، چوتھا یہ کہ کسی غیور مسلمان نوجوان کے ہاتھوں قتل ہو جائے، پانچواں یہ کہ وہ عام آدمیوں کی طرح طبعی موت مرے لیکن نہایت حسرت و پریشانی کے

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

ساتھ، کیونکہ طوفان الاقصیٰ نے اس کی حکومت کے بالکل آخری دنوں میں اسے ذلت و عار سے دوچار کر کے حکومت کے سارے مزے پر پانی پھیر دیا۔

- سات اکتوبر کی وجہ سے یہود کا داخلی انتشار اور اس کے لوازمات یہود کے داخلی سقوط و تباہی کی ایک اچھی اور مضبوط علامت ہے، ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ یہ انتشار و خلفشار نتیجہ خیز ثابت ہو اور صہیونی ریاست کو اپنے انجام تک پہنچا دے، اللہ رب العزت نے سچ فرمایا:

لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرَى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ ۚ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ۚ تَحْصِيهِمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ.

ہوں یا پھر دیواروں کے پیچھے چھپ کر، ان کے آپس میں اختلافات بہت سخت ہیں، تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو،

(سورۃ الحشر: 14)

حالانکہ ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔ یہ اس لیے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن میں عقل نہیں ہے۔“

- اگر ٹرمپ قتل ہو جاتا ہے تو ان شاء اللہ امریکہ خانہ جنگی کا شکار ہو کر اپنی وحدت کھو بیٹھے گا، امریکی سلطنت کا خواب چکنا چور ہو جائے گا، بشرطیکہ قاتل نامعلوم رہے یا یہ معلوم ہو کہ وہ ڈیموکریٹک پارٹی کا ہے، سو وہ مسلم ہاتھ بڑا برکت ہے جو یہ کارنامہ انجام دے اور نقاب پوش مجاہد کی طرح اسے بھی کوئی جانے والا نہ ہو، اور اگر قاتل غیر مسلم ہو تو اللہ اپنے دین کی مدد گناہگار سے بھی لیتا ہے اور ان لوگوں سے بھی جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

- یہودی صہیونی بلنکن سے مصافحہ کرنے اور اس کے آگے ہٹنے والے سبھی غزہ و بیرون غزہ مسلمانوں کے قتل میں شریک ہیں، عملاً کچھ نہ کرنے کے باوجود مسلمانوں پر مسلط حکمران اہل غزہ کے حق میں بیان بازی سے کیوں نہیں اُتاتے، جبکہ یہودی صہیونیوں کے حق میں کچھ بھی نہ کہنے کے باوجود سب سے زیادہ وہ انہیں کی خدمت بجالاتے ہیں، تبدیلی کے لیے کوشاں عوامی تحریکات پر لازم ہے کہ ایسے حکمرانوں کی تذلیل کریں، عوامی دباؤ اور حالات پر فوری رد عمل کے بغیر یہ اپنی حرکتوں میں اور دیر ہو

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

جائیں گے، گویا کہ وہ بالکل ٹھیک کام کر رہے ہیں، جب ان حکمرانوں کو اپنے عوام کی طرف سے قوی رد عمل کا سامنا ہو گا تو اعلانیہ درکنار خفیہ ملاقاتوں سے بھی باز آجائیں گے، عوام کی مادی قوت اور نفسیاتی دباؤ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا اَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ. (سورۃ الحشر: 13)
(کے خوف) سے بھی زیادہ ہے، یہ اس لیے ہے کہ یہ
سمجھ نہ رکھنے والی قوم ہیں۔“

- ہماری بیشتر مشکلات کا حل اسلحے کے دوبارہ حصول سے وابستہ ہے، پچھلی صدی کے نصف میں حکومتوں نے ہم سے اسلحہ لے لیا تھا، مسلح امت ہی معزز ہوتی ہے، لوگ اس کا احترام کرتے ہیں، اس زمانے میں اور ہر زمانے میں ہماری امت کے افراد پر مسلح رہنا لازم ہے، ان کے پاس گولیوں کا بھی وافر ذخیرہ ہونا چاہیے، ہم جہاد کرنے والے، شکار کھیلنے والے اور نشانہ بازی کرنے والے ہیں، ہمیں ایک بار پھر اپنے اندر کے شکاری کو جگانا ہے تاکہ اپنے دشمن کو ہم شکار میں بدل سکیں، بالکل ویسے جیسے کالی چادر والا مجاہد کرتا ہے۔

- اپنی مشکلات کے حل کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم باہمی رابطوں کے قیام کے لیے کوشش کریں^{۳۳}، تاکہ ہم مقابلے کے ہر میدان میں ایک دوسرے کے ساتھ عسکری اور ٹیکنالوجی کی مہارتوں کا

^{۳۳} یہ جہادی تحریک کی سب سے بڑی کمزوری ہے کہ ان کے درمیان کوئی رابطہ یا ہم آہنگی نہیں، ہمیں ایک دوسرے پر الزامات لگانے کے بجائے اعتماد قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، حتیٰ کہ ہمیں ان امور میں بھی باہم مشورہ لینا چاہیے جن سے کاروائیوں کی امنیت متاثر نہ ہو، تاکہ جہادی تحریک کے سبھی عناصر وقت آنے پر ایک دوسرے کی مدد کر سکیں، دین کی چھاؤں میں زندگی بسر کرنے کے لیے دین کی نصرت ہمارا مشترکہ ہدف ہے اور اس ہدف کے حصول کے لیے جہاد ہمارا مشترکہ راستہ ہے، اس سے ہمیں یہ ہدایت ملتی ہے کہ ایک دوسرے کی بابت اچھا گمان رکھیں اور باہمی رابطے مضبوط رکھیں۔

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بلکہ جنگ لڑی جا رہی ہے!

تبادلہ کریں، ہم مسلمانوں کو ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے اور مضبوط کرنا چاہیے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”جو بھی آدمی ایسے موقع پر مسلمان کی مدد سے ہاتھ نہٹھکتا ہے جہاں اس کی عزت و حرمت کو پامال کیا جا رہا ہو تو اللہ اسے اس موقع پر بے یار و مددگار چھوڑتے ہیں جہاں وہ چاہتا ہے کہ اس کی مدد کی جائے، اور جو ایسے موقع پر مسلمان کی مدد کرے جہاں اس کی عزت و حرمت پامال کی جا رہی ہو تو اللہ بھی اس کی وہاں مدد کرتا ہے جہاں وہ چاہتا ہے کہ اس کی مدد کی جائے۔“

- جو بھی حکومت اپنے عوام کو مسلح نہیں کرتی یا مسلح ہونے سے روکتی ہے وہ خائن حکومت ہے، ہماری امت پوری انسانیت کے لیے ایک پیغام رکھتی ہے، اگر امت مسلح نہیں ہوگی تو یہ پیغام حفاظت کے لیے اوروں کا محتاج ہو جائے گا، یہ پیغام اپنی پاکیزگی اور شفافیت کی وجہ سے ذاتی طور پر اتنی قوت رکھتا ہے کہ اللہ جس کی ہدایت کا ارادہ کر لیں وہ اسے مان لے، ایسے پیغام کی حفاظت کے لیے اسلحہ ضروری ہے تاکہ بدخواہوں کا راستہ روکا جاسکے، اس لیے اللہ نے ہم پر لازم کیا ہے کہ ہم قوت کی تیاری میں اپنی پوری کوشش کریں، یہ حکم حکومتوں اور افراد^{۳۳} دونوں کے لیے لازم ہے، اگر ہماری امت مسلح نہ ہو اور

^{۳۳} جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کے مسلح ہونے سے معاشرے میں انتشار پھیلے گا وہ غلط فہمی کا شکار ہیں، بلکہ مسلح امت بیرونی طور پر اللہ کے دشمنوں کا راستہ روکتی ہے اور داخلی امن و امان کی ضامن ہوتی ہے۔ تجربات شاہد ہیں کہ جب بھی عوام کو غیر مسلح کر کے اداروں کو امن برقرار رکھنے کی ذمہ داری سونپی گئی تو یہ ادارے ہی الا قانونیت کا سرچشمہ بن گئے اور عوام کی ذلیل کرنے اور ستانے لگے۔ پولیس کا محکمہ ہی ہر قسم کے فساد، منشیات فروشی اور جسم فروشی کا دھندہ کروانے لگا اور لوگوں کو غلام بنا ڈالا۔ لوگوں کے ہاتھ میں اسلحے کا باقی رہنا معاشرے کے امن و سلامتی کا ضامن ہے، آخر افغان کا راستہ روکتا ہے اور کسی کو بھی دوسرے پر مسلط نہیں ہونے دیتا۔ یہ ذاتی امن کا ایک حصہ ہے۔ ہر اس قانون کو ختم کرنا ضروری ہے جو عوام کے مسلح ہونے میں رکاوٹ بنے۔ ہماری امت کی اقوام کے لیے سنہری نصیحت یہی ہے کہ اپنے ہاتھوں میں اسلحہ رکھو اور کسی کو بھی اسے چھیننے نہ دو۔

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

فوجوں پر اکتفا کر لے تو اس سے دشمنوں کو شہ ملے گی، ایک فوج اور تربیت یافتہ مسلح عوام کا مقابلہ کرنے میں بڑا فرق ہے۔

- دشمن کے حکمران اور ذرائع ابلاغ یہ مقولہ دہراتے ہیں کہ وہ جنگ کا دائرہ پھیلا نا نہیں چاہتے، ان کی اسی بات کو خطے کے حکمران بھی دہراتے ہیں اور عوام کو جنگ کا دائرہ پھیلنے کی نقصانات سمجھاتے ہیں، تاکہ بے نتیجہ سیاسی بحث کا ماحول بن جائے، پھر یہ سیاست دان اپنے عوام کو مکاری سے دھوکہ دیتے ہیں، جیسا کہ صابر اوشا تیلہ کے قصائی شیرون نے ایک تمسخرانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا کہ میں امن کی بات سن سکتا ہوں۔ جنگ کے آنے والے دن سے پہلے کی رات میں یہ حکمت کا تقاضا ہر گز نہیں کہ ہم دشمن کی باتوں پر کان دھریں، بالخصوص جبکہ وہ ہمیں یہ کہہ کر بہلا رہا ہو کہ وہ جنگ کا دائرہ نہیں پھیلا نا چاہتا، کیوں نہیں پھیلا نا چاہتا؟ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا ہے:

”کیسے؟“ (ان مشرکین کے ساتھ معاہدہ برقرار رہ سکتا ہے) جبکہ ان کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی تم پر غالب آئیں تو تمہارے معاملے میں نہ کسی رشتے داری کا خیال کریں اور نہ کسی معاہدے کا، یہ تمہیں اپنی زبانی باتوں سے راضی کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ ان کے دل انکاری ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔ انہوں نے اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی سی قیمت لے لی ہے، اور اس کی خاطر لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا ہے، واقعہ یہ ہے کہ ان کے کرتوت بہت برے ہیں۔ یہ کسی بھی مومن کے بارے میں کسی رشتے داری یا معاہدے کا پاس نہیں کرتے اور یہی ہیں جو حدیں توڑنے والے ہیں۔“

(سورۃ التوبہ: 8-10)

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

یہ لوگ دھوکہ دے کر ایک ایک کر کے ہم سب سے نمٹنا چاہتے ہیں، جیسا کہ اس وقت اہل غزہ کے ساتھ یہ کر رہے ہیں۔

• جو بھی یہود کی تاریخ کو جانتا ہے وہ شہروں کے باسیوں کو ڈٹ جانے اور اپنی جگہ نہ چھوڑنے کا مشورہ ہی دے گا، کیونکہ ایک دفعہ اپنی جگہ چھوڑنے کے بعد دشمن انہیں دوبارہ وہاں بسنے نہیں دے گا، اور اپنی جگہ اس لیے بھی نہیں چھوڑنی چاہیے تاکہ دشمن اپنا منصوبہ ہم پر لاگو نہ کر سکے، اور اس وجہ سے بھی کہ اپنی جگہ چھوڑ کر بھی بمباری، تباہ کاری اور قتل سے بچ نہیں سکتے، انخلا کا مقصد تو یہ ہوتا ہے محفوظ جگہ پہنچ کر وہاں سے دشمن کے خلاف جو ابی کارروائی کی جائے، خائن مصری حکومت کے ہوتے ہوئے یہ ناممکن ہے، مسلمان ملکوں کے بادشاہوں اور حکمرانوں نے غزہ کے مسلمانوں کی جانیں صہیونیوں کو بیچ کر پیسے کھرے کر لیے ہیں، رنچ میں جمع ہونے سے وہ صہیونی اور سبسی دود دشمنوں کے درمیان پس جائیں گے، حل وہی ہے جس پر شمالی غزہ کے اکثر باشندے عمل پیرا ہیں، ۱۹۷۳ء میں سویز کے باشندوں کی حکمت عملی بھی ایک اچھی مثال ہے، یعنی اپنی جگہوں پر رہیں اور جب دشمن کی زمینی قوت داخل ہو جائے تو اس کے خلاف قتال کریں۔ اس کی کئی وجوہات ہیں: جہاد فرض عین ہونا، جان، مال، عزت اور زمین کا دفاع، دشمن کے مقابلے میں مجاہدین تہانہ رہ جائیں، ان کے ڈٹنے سے دشمن کی جنگی مشینری ہل کر رہ جائے گی اور مجاہدین کی پے درپے ضربوں سے دشمن مذاکرات کی میز پر ان کی شرائط ماننے پر مجبور ہو جائے گا۔

• دشمن (صہیونی) روئے زمین پر موجود ہر شے تباہ کرنے کے درپے ہے اور 'انسانی حقوق' کا راگ بھی الاپتا ہے، تحریف شدہ تورات کی پڑھائی اسے یہی سکھاتی ہے، قتل عام روکنے کی بات پر ان کی بھنویں تن جاتی ہیں، یہ انسانی حقوق کے علمبردار صہیونی یہودیوں کو غزہ میں اہل اسلام کے قتل کا پورا پورا موقع فراہم کر رہے ہیں، امن بھی تبھی قائم کریں گے جب ان کے مذموم مقاصد اس سے پورے ہوں، کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ غیرت مند ان کے اس امن کو قبول کر لیں گے؟ ہر گز نہیں، تم میں ہر ایک کو اس کے جرم کے بقدر جواب تمہاری اپنی ہی زمین پر دیا جائے گا، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

یہ غزہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

”میں مشرکین کے درمیان بسنے والے ہر مسلمان سے بری ہوں“۔ یہ اصل میں اس کی جان کی حفاظت سے برأت کا اعلان ہے، جس وقت امت دشمن پر چڑھائی کرے یا مخصوص کارروائیاں کرے، چونکہ سچے مسلمان دنیا کے لیے عذابِ الہی سے بچاؤ کا ذریعہ ہیں، اس لیے مغرب میں مقیم اپنے بھائیوں سے میری گزارش ہے کہ وہ بڑے شہروں میں رہائش نہ رکھیں، عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے، سلامتی کا حقیقی راستہ تو یہی ہے کہ وہ مغرب سے ہجرت کر جائیں، اللہ کے فضل سے آج ان کے پاس افغانستان کی نعمت موجود ہے، وہاں جائیں اور اپنے مال و مہارت سے ان کی خدمت و نصرت کریں، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْنَاهُمُ الْفَالِجَةَ ظَالِمِينَ أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝
إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۝
فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ۝

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْعًا كَثِيرًا ۖ وَسَعَةً ۚ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

(سورۃ النساء: ۱۰۰-۹۷)
چنانچہ پوری امید ہے کہ اللہ ان کو معاف فرمادے۔
اللہ بڑا معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہے۔

یہ غرہ ہے: یہاں زمین کی نہیں، بقا کی جنگ لڑی جا رہی ہے!

اور جو شخص اللہ کے راستے میں ہجرت کرے گا وہ
زمین میں بہت جگہ اور بڑی گنجائش پائے گا۔ اور جو
شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف
ہجرت کرنے کے لیے نکلے، پھر اسے موت آپکڑے
تب بھی اس کا ثواب اللہ کے پاس طے ہو چکا، اور اللہ
بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔“

جو سچے دل سے بات سمجھنا چاہتے ہیں وہ ان آیات کی تفسیر ملاحظہ کر لیں۔

- ہندوؤں کے نام: صرف مسلمان نہیں بلکہ امریکہ، یورپ اور ساری دنیا گائے کھاتی ہے، تم اس دنیا کا
ذات پات میں مبتلا سب سے بڑا گروہ ہو، تمہیں خود ایک بڑا ایک امتحان درپیش ہے، بیرونی کے علاوہ
تمہارے وجود کو داخلی خطرات بھی لاحق ہیں، خلافِ فطرت و عقل ہونے کی وجہ سے تمہارے عقائد
اس سمٹی دنیا میں ختم ہونے کو ہیں، تم جیسے گائے اور دیگر لاکھوں دیوتاؤں کی پجاریوں کی دنیا میں کوئی
عزت نہیں، دنیا جو ظاہری طور پر تمہاری خاطر داری کرتی ہے وہ سراسر نفاق ہے، درپردہ وہ تمہارا مذاق
اڑاتے ہیں، تمہیں یہ بات دھوکے میں نہ ڈالے کہ یہود نے بھی گائے کی پوجا کی تھی، کیونکہ اللہ کے نبی
موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کو جلا کر اس کی راکھ بھی بکھیر دی تھی۔ آج بھی یہود اپنے ایک بڑے مذہبی
تہوار کے لیے سرخ گائے لائے ہیں، تاکہ انہیں ذبح کر کے اپنے گناہوں سے پاک ہو جائیں، مودی اور
دوسرے ہر ہندو کو پتہ ہے ناں کہ یہودی ان گائے کے ساتھ کیا کریں گے؟ کیا مودی میں اتنی طاقت
ہے کہ وہ ان سرخ گائیوں کے تحفظ کے لیے اپنے جذبات کا اظہار کرے؟ کیا مودی ان گائیوں کو خرید
کر انہیں یہودیوں سے بچا سکتا ہے؟ کیا مودی اس پر اعتراض کر سکتا ہے؟ بالفرض مودی اگر جرات سے
کام لے کر اعتراض کر دے تو کیا ہو گا؟ یہی لوگ اس پر اور اس کے بے زبان معبودوں پر نہیں گے اور
ان کا مضحکہ اڑائیں گے۔

- کتنے شرم کی بات ہے کہ مجرم ہائیڈن اہل فلسطین کے قتل عام کا مذاق اڑاتے ہوئے ہماری آنکھوں کے سامنے آئیں کریم کھائے اور میکرون، شولتس^{۳۵} وغیرہ صہیونی سکریں پر سینڈوچوں پر ہاتھ صاف کریں، جبکہ دوسری طرف غزہ میں بچے تک بھوک کی وجہ سے دم توڑ رہے ہوں، پھر یہی دو غلے صہیونی میڈیا پر غذائی امداد وصول کرنے والے جہوم پر یہود کی بمباری کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہیں، کیا ہمارے نوجوانوں میں ایسے بہادر ہیں جو ان خبیث ارواح کو تن سے جدا کر کے ان کی غلیظ زندگیوں کا خاتمہ کر دیں؟

تموت الامسد في الغابات جوعاً
ولحم الضأن مأكول الكلاب

شیر بھوک سے مر رہے ہیں
اور کتے گوشت کی ضیافت اڑا رہے ہیں

مغرب کو انسانیت کی معراج اور انسانی حقوق کا محافظ سمجھنے والے ہمارے نادان مسلمانوں کے لیے شاید یہ منظر کچھ افاتے کا کام دے اور وہ مغرب کے مجرمانہ کردار کو سمجھ لیں، یہ مغرب ہی تو ہے جس نے اپنے بحری بیڑے، جنگی جہاز اور لشکر یہود کی مدد کے لیے بھیجے ہیں، اور چار ہزار فرانسیسی فوجی تو غزہ میں ہمارے بھائیوں کو براہ راست قتل کر رہے ہیں۔

^{۳۵}جرمن چانسلر 'اولاف شولتس' (Olaf Scholz)

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

تمہید

جب بھی فلسطین میں صہیونی ریاست کو نقصان پہنچا، مغرب نے اس کا تدارک کیا، پورے مغرب نے، یہ مدد محبت یا انسانیت کی بنیاد پر نہیں تھی، کیونکہ ان کے درمیان جو کچھ ہے وہ شرمناک ہے۔ یہ صرف اس لیے تھا کہ مسلمان ایسی طاقت نہ بن جائیں جو دنیا کو خدائی رنگ میں ڈھال سکیں۔ اس شیطانی اتحاد نے اس مرحلے پر امت مسلمہ کے سلیم الفطرت افراد اور مظلوموں کو بیدار کیا ہے، اور اب مسلمانوں کو یقین ہو گیا ہے کہ دنیا ان کے چنگل سے اس وقت تک آزاد نہیں ہو سکتی اور نہ ہی امت مسلمہ کی عظمت رفتہ حاصل کی جاسکتی ہے جب تک مغرب کو شکست نہ دے دی جائے اور اسے عالمی سیاسی فیصلوں سے الگ تھلگ نہ کر دیا جائے۔

آج مغرب جو کچھ انسانوں کے ساتھ انسانیت کے نام پر کر رہا ہے اور گزشتہ دو صدیوں میں امت مسلمہ کے جن وسائل پر قبضہ کیا ہے، وہ ناقابل معافی جرم ہے، جس کی تاریخ میں کوئی مثال ملنی مشکل ہے۔ انہوں نے اپنے جھوٹے عالمی اسٹیج پر اخلاقیات اور اقدار کے بلند دعوے کیے، حالانکہ حقیقت میں وہ انصاف اور عدل کے بجائے حق کو اپنی ہی من مانی تعبیر سے غصب کر چکے ہیں اور عدل و انصاف کے نام پر دوسروں سے جھوٹے وعدے کرتے ہیں۔ ان کے پاس دنیا کو دینے کے لیے سوائے مغربی یورپ، شمالی امریکہ اور دیگر چند ممالک کی غلامی کے کچھ نہیں۔ اگرچہ انہوں نے اپنے مقبوضہ ممالک سے اپنی افواج و ایس بلالی ہیں، مگر وہاں حکمرانوں کے نام پر ایسے افراد کو مسند اقتدار بٹھا دیا ہے جو انہی کے مفادات کے لیے کام کرتے ہیں، مسلمانوں کو ذلیل کرتے ہیں، ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے ہیں اور مسلمانوں کی دولت کو وحشیانہ طریقے سے لوٹتے ہیں یا پھر اسے دشمنوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔

جب تک فتنہ اور ظلم جاری ہے، اللہ کے لشکر ان کا خاتمہ کرنے کے لیے آتے رہیں گے۔ یورپ کی حالت بدتر ہو رہی ہے، اور امریکہ جو افغانستان میں عبرتناک شکست کے بعد بھی خلیجی ممالک سے خفیہ تعاون حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے، تاکہ دنیا ہمیشہ ان کی غلامی میں رہے، اب اس کا یہ تعاون کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے معاون و مددگاروں

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو مغرب کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں اور اپنے ضمیر، ایمان، اور یقین کو بیچ چکے ہیں۔ یہ وہ بد بخت افراد ہیں جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور جن کی آنکھوں کو اندھا کر دیا گیا۔ اس ذلت و عار میں تمام مسلم سیاستدان اور حکمران شریک ہیں، خاص طور پر خلیج کے حکام، اور ان میں سب سے آگے عرب امارات کے شیاطین ہیں۔

نیتن یاہو اس راستے پر چل رہا ہے جس پر اس سے پہلے کے تمام یہودی قصاب چل چکے ہیں۔ ان سے کبھی بھی یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ سنجیدگی سے اپنے یہودی قیدیوں کو مجاہدین کے قبضے سے چھڑانے کے لیے مذاکرات کی کوشش کریں گے، کیونکہ مجاہدین کے ہاتھوں میں یہودی قیدیوں کا وجود ہی فلسطینیوں کی نسل کشی کے لیے سب سے بہترین بہانہ بن جاتا ہے۔ اگر قیدیوں کا تبادلہ ہو بھی گیا تو جنگ کا مقصد اور وجہ ختم ہو جائے گی، اور اس وقت (بعض) اندرونی یہودی حلقے ان پر حملہ کر دیں گے۔

اسی لیے نیتن یاہو کے لیے ضروری ہے کہ وہ مذاکرات کو مؤخر کرتا رہے تاکہ وہ کوئی نیا بہانہ تلاش کرے جس سے وہ اس تصادم کو مزید طول دے سکے، اپنے اقتدار کو برقرار رکھ سکے، اور اپنے صہیونی مخالفین سے بچا رہ سکے۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا وہ اس خطے کو ایک ایسے تصادم میں دھکیلنے میں کامیاب ہو پائے گا جس کی انتہا کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا؟ اور کیا یہ مشرق و مغرب کے درمیان تیسری عالمی جنگ کی بنیاد بنے گا؟

اہم سوالات

۱. کیا آپ سمجھتے ہیں کہ دنیا پر مسلط طاقتیں عالمی نقشے میں تبدیلی کو ضروری سمجھتی ہیں؟
۲. کیا جنگ ہی واحد ذریعہ ہے اس تبدیلی کے لیے، یا وہ دیگر ذرائع کو ترجیح دیتے ہیں؟
۳. کیا دنیا کی ریاستیں اس جنگ کے لیے تیار ہیں؟
۴. کون سی ریاستیں واقعی ایسی جنگ میں ملوث ہونے کی خواہش رکھتی ہیں، جس کا کوئی اختتام نہ ہو؟
۵. چین اور بھارت جیسی طاقتیں کس حد تک اس میں شامل ہوں گی؟

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

۶. چونکہ یورپی ممالک نے افریقہ میں اپنی بہت سی دولت کھودی ہے، کیا وہ اپنی زوال پذیر حالت کے باوجود افریقہ پر دوبارہ قابض ہو سکتے ہیں؟
۷. کیا امریکہ کے زوال پذیر غلام (یعنی افریقی ممالک) اب اسے چھوڑ دیں گے یا پھر ہمیشہ کی طرح اس کی پشت پناہی اور غلامی میں جیتے رہیں گے؟
۸. کیا تیل کا بہاؤ اسی طرح جاری رہے گا یا یہ کہ مخالف قوتیں اپنی حکمت عملی کے تحت تیل کے ذخائر کو تباہ کرنے یا ان پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گی تاکہ بڑی طاقتوں کو اس نعمت سے محروم کر دیا جائے؟
۹. آخر کار، ایسی غیر اخلاقی اور بے لگام جنگ کے بعد دنیا کی صورت حال کیا ہوگی؟

یہ بہت بڑی غلطی ہو گی کہ ہم واقعات کو محض عسکری زاویے سے دیکھیں۔ ضروری ہے کہ ہم ہر واقعے کو اس کے تمام سیاسی، معاشی، سماجی، اور اسٹریٹجک پہلوؤں سے سمجھیں۔ یہ محدود سوچ ہے کہ ہم حالات کو صرف کسی خاص ریاست یا خطے کی سرحدوں میں قید کر کے دیکھیں۔ درحقیقت، ہمیں ان عالمی اتحادوں اور بلاکوں کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے جو تیزی سے تشکیل پارہے ہیں، اور ان چھوٹی لیکن مؤثر طاقتوں کو سمجھنا ہو گا جو کسی بھی وقت کسی بھی بلاک کی طرف جھک سکتی ہیں، جیسے کشش اور گریز کی قوتیں کسی سیارے کے گرد اجسام کو گھماتی ہیں۔

راہ انقلاب کے سنگ میل

معلومات کی تجدید

تمام تجربات اس بنیادی اصول پر زور دیتے ہیں کہ کامیابی کی اصل بنیاد تیاری اور میدانِ عمل میں فتح کے لیے معلومات کی فراوانی ہے۔ کسی بھی تصادم اور جنگ کی کامیابی تیاری کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں بنیادی معلومات حاصل ہوں، جن کی مدد سے ہم تصادم کا ایک واضح اور مفصل نقشہ تیار کر سکیں۔ یہ معلومات تصادم سے پہلے، دورانِ تصادم، اور بعد از تصادم حاصل کرنے کی مسلسل کوشش ہونی چاہیے، اور یہ عمل بغیر کسی وقفے کے جاری رہنا چاہیے۔ ان

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

معلومات کا دائرہ صرف میدانِ جنگ تک محدود نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اس میں سماجی ڈھانچے اور قیادت کرنے والے افراد کی معلومات بھی شامل ہونی چاہئیں۔

آج کے دور میں تصادم صرف ہتھیاروں تک محدود نہیں رہا، بلکہ یہ زندگی کے ہر شعبے میں پھیل چکا ہے۔ درست فیصلے کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے پاس معلومات اکٹھی کرنے کا ایسا نظام ہو جو اس تصادم کی شدت اور وسعت کے مطابق ہو، کیونکہ اب پوری دنیا کا ہر خطہ اس تصادم کا ایک میدانِ جنگ بن چکا ہے۔

ضروری ہے کہ ہم دشمن کے بارے میں جتنی ممکن ہو سکے معلومات حاصل کریں، خاص طور پر اس کے عسکری، سیاسی، سماجی اور اقتصادی معاملات کے حوالے سے۔ ہمیں اس کے اڈوں، بالخصوص ہوائی اڈوں، خفیہ و علانیہ ذخائر، ایندھن کے گوداموں، طاقت اور کمزوری کے نکات، اور اس کے اتحادیوں پر اس کے اثرات کا بغور تجزیہ کرنا چاہیے۔ اسی طرح، دشمن کے مخالفین، غیر جانبدار ممالک، اور ہمارے دیگر دشمنوں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت، ان کے مفادات اور مواقع سے فائدہ اٹھانے کی حکمت عملی پر بھی گہری نظر رکھی جانی چاہیے۔ اپنے اتحادیوں کی پوزیشن اور طاقت کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے، اور یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ ہماری اپنی اقوام کی جدوجہد کے لیے تیاری، ان کا صبر اور قربانی دینے کی استعداد کس حد تک ہے۔

یہ زندگی اور موت کی جنگ ہے، اس میں بقایا فنا کا سوال ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ اسے ممکنہ حد تک اعلیٰ حکمت عملی اور مکمل احتیاط سے لڑا جائے، تاکہ ہر نوع کے لوگوں کے ساتھ مناسب طریقے سے برتاؤ کیا جاسکے۔ ہمیں حیلہ، فریب، سیاسی و اقتصادی چالوں کے ذریعے دشمن کے اتحادیوں میں تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اور نہ صرف اتحادی گروہوں کے درمیان بلکہ ایک ہی گروہ کے اندر بھی اختلافات کی بیج بونے چاہئیں۔ کیونکہ یہ لڑائی صرف آتش و آہن کے زور پر نہیں لڑی جاتی۔

صاف الفاظ میں کہا جائے تو بعض گروہوں کو براہِ راست نشانہ بنانا، بعض دیگر گروہوں میں حسد بھڑکاتا ہے، ان کے درمیان عداوت پیدا ہوتی ہے، اور یہ ان کی ظاہری وحدت کو توڑنے اور ان کی طاقت کو کمزور کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

یہ غرہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

یہودیوں کے درمیان سیاسی کشمکش سے متعلق معلومات کی کمی کی وجہ سے جنگ توقع سے زیادہ طویل ہو گئی، اور یہودی عوامی تحریکوں کے اثر و رسوخ کے بارے میں معلومات کی کمی کی بدولت قیدیوں کے تبادلے کا معاملہ جیت کے لیے کامیاب حربہ نہ بن سکا۔ جنگ کے ۲۰۰ دن گزرنے کے بعد قیدیوں کے تبادلے سے کوئی خاطر خواہ فائدہ حاصل نہ ہوا، جب کہ نیتن یاہو غرہ میں اس دوران مسلمانوں کی نسل کشی کرتا رہا۔

لہذا اب مجاہدین پر لازم ہے کہ وہ نیتن یاہو اور اس کے متعصب گروہ کو سبق سکھائیں اور انہیں اس جنگ میں شرمندہ و ذلیل کریں۔

اتحاد

اتحاد و معاہدے ایک دودھاری تلوار کی مانند ہیں، لیکن ان سے مفر بھی نہیں۔ بڑی جنگوں کا آغاز عموماً مختلف عقائد رکھنے والے گروہوں کے درمیان اتحاد کے ٹوٹنے سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دانشمندی کا تقاضا ہے کہ دشمن کے ساتھ تصادم کے لیے ضروری ہے کہ منظم منصوبہ بندی کی جائے اور اپنے سابقہ اتحادیوں کے ساتھ مستقبل میں ممکنہ ٹکراؤ کو پیش نظر رکھ کر بھی منصوبہ بندی کی جائے۔

وہ فریق جو دشمن بنانے کے بجائے زیادہ سے زیادہ دوست بنانے کی مہارت رکھتا ہو، اور جو سیاسی حکمت عملی کے ساتھ مضبوط اتحاد قائم کرنے اور باقی ماندہ حریفوں کو غیر مؤثر بنانے کی صلاحیت رکھتا ہو، وہ طویل مدتی جنگ کو مناسب حد تک رکاوٹوں کے ساتھ جاری رکھے اور اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

کوئی بھی منصوبہ یا جدوجہد منفی عوامل سے خالی نہیں ہوتی، اور ان منفی عوامل میں سب سے بدترین وہ ہوتے ہیں جو جماعت یا ادارے کے بعض افراد کی خود پسند شخصیت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، جو داخلی ہم آہنگی کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

ایسے افراد کو ابتدائی طور پر صف سے نکال دینا ضروری ہے تاکہ ہماری یکجہتی برقرار رہے اور ہم جنگ و جدل، اختلافات اور ناکامی سے بچ سکیں۔ انہیں اپنے ساتھ رکھ کر تبدیلی کی امید باندھنا ایک خطرناک فیصلہ ہوتا ہے جس

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

کے سنگین نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ اگر ہم انہیں زیادہ موقع دیں گے تو گویا ہم اپنی صف میں دراڑ ڈالنے کا راستہ کھول دیں گے، اور یہ دراڑ دشمنوں کے لیے ہماری جاسوسی تک پہنچنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

سیاست میں اتحادیوں کے درمیان علیحدگی کا وقوع یقیناً ایک ناگزیر حقیقت ہے، چاہے وہ عارضی ہو یا طویل المدتی۔ وسائل، معاہدات، بازاروں اور بری و بحری راستوں پر باہمی مسابقت ہمیشہ سے ایک لازمی حقیقت ہے جس سے بالآخر دشمنیاں پیدا ہوتی ہیں۔ غرور، تکبر، گھمنڈ اور اختیار کی خواہش انسان کو اس طرف مائل کرتی ہے کہ وہ کسی چیز پر مکمل کنٹرول حاصل کرے، جس کے نتیجے میں وہ مشترکہ مفادات کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اس لیے یہ تنازعات ہمیشہ جاری رہیں گے اور قیامت تک ختم ہونے کا نام نہیں لیں گے۔

’ہماری مسلم امت کا باہمی اتحاد و اتفاق‘ وہ منصوبہ ہے جسے ہم نے محنت، تنظیم اور کامیابی کے ساتھ استوار کرنا ہے۔ ہمارے درمیان موجود اسباب اتحاد ہمارے دشمنوں کے درمیان موجود عوامل اتحاد سے کہیں زیادہ ہیں۔ ہم ایک امت ہیں جس کا رب ایک ہے، دین ایک ہے، رسول ایک ہے، قبلہ ایک ہے، کتاب ایک ہے، اور ہمارا سیاسی طریقہ بھی مغرب اور بت پرستوں کے دنیا بھر کے لوگوں سے روارکھے جانے والے تعلقات کے مقابلے میں بے شمار خوبیوں سے مالا مال اور بلند ہے۔

ان شاء اللہ وہ وقت قریب ہے جب ہم اپنے نفس اور اس کے ساتھ جڑی خواہشات پر قابو پائیں گے، اور پھر ہمارے علاقائی و عالمی دشمن کی شکست ہمارے لیے فقط چند لمحوں کا معاملہ بن کر رہ جائے گی۔

جدید جنگیں

غیر روایتی جنگی حکمت عملیوں جیسے میزائل حملوں اور ڈرونز کے ذریعے قتل کی سب سے خطرناک خصوصیت یہ ہے کہ یہ عوام کے امن کو متزلزل کرتا ہے اور افراد کے مستقبل کو برباد کرتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ایسے اسباب ایجاد و مہیا کریں جن کے ذریعے دشمن کو ان ہتھیاروں کے استعمال سے روکا جاسکے اور ان کے مذموم عزائم خاک میں ملا دیے جائیں۔

دشمن کو روکنے کا پہلا قدم یہ ہے کہ مسلمان اس کی سیاسی اور اقتصادی سرگرمیوں پر کاری ضربیں لگائیں (محض دھمکیوں تک محدود نہ رہیں)، اس کے فوجی اڈوں کا محاصرہ کریں، اس کے ایجنٹوں کا صفایا کریں اور اس کے جاسوسوں کو مکمل طور پر ختم کر دیں۔ یہ سب ہمارے علاقوں میں اور ان مقامات پر ہونا چاہیے جہاں سے دشمن اپنے حملے کرتا ہے۔ یہ دشمن کی طاقت کو آہستہ آہستہ نچوڑنے کی حکمت عملی ہے جو دشمن کو تیز تر زوال کی طرف دھکیل سکتی ہے، چاہے اس کا رد عمل جو بھی ہو۔ یہ قدم ہر مسلح فرد، مظلوم، باعزت، غیرت مند اور آزادی کے متوالے کے لیے ممکن ہے، چاہے وہ دنیا کے کسی بھی گوشے میں ہو۔ اس حکمت عملی کے ساتھ ساتھ جامع سیاسی نظام [اسلامی حکومت] کے قیام کی کوشش بھی ضروری ہے جس کی چھتری ساری اقوام جمع ہو کر خود کو منظم کریں اور اپنے اداروں کی بنیاد رکھیں،

اگلے مراحل میں، یہ سیاسی نظام اپنی ذہین اور باصلاحیت نسل کی رہنمائی کرے گا تاکہ وہ فضائی دفاعی ہتھیار تیار کر سکیں، ایسے میزائل اور ڈرون حاصل کر سکیں جن کی تباہ کن صلاحیت دشمن کے میزائلوں اور ڈرونز سے کم نہ ہو، اور حقیقی ترقیاتی منصوبوں کے ذریعے امن و خوراک کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔

امت مسلمہ کی ملکیت میں بیش بہا دولت اور بے شمار وسائل ہیں، بشرطیکہ یہ وسائل امت کے اپنے کنٹرول میں ہوں۔ اس امت کی بیداری اور ترقی ان افراد کے ہاتھوں میں ہے جو اپنے عقیدے، اقدار، ثقافت، روایات اور اصولوں سے وفادار ہیں۔ ایسے مخلص افراد جنہوں نے امت کی ترقی کے لیے اپنے وسائل صرف کیے ہوں، اور جو ان وسائل کا ضیاع نہ کرتے ہوئے انہیں اس طرح استعمال کریں کہ امت کو ان سے فائدہ پہنچے۔ ایسے مخلص افراد جو وہی اشیائے ضرورت درآمد کریں جن سے امت مضبوط ہو، نہ کہ وہ سامان آسائش جو محض پیسے خرچ کرنے کا ذریعہ ہو۔

کچھ بنیادی حقیقتیں ایسی ہیں جنہیں بد لانا دشوار ہے۔ ایک حقیقت یہ ہے کہ زمینی جنگ ہمیشہ مقامی لوگوں کے حق میں ہی ختم ہوتی ہے، چاہے انہیں کتنی ہی تکالیف اٹھانی پڑیں یا دشمن کا قبضہ کتنے عرصے تک کیوں نہ قائم رہے، اس کا خاتمہ بہر حال ہو گا۔ جہاں تک جوہری بمباری کا سوال ہے، اس کا واحد حل یہ ہے کہ یا تو خود جوہری ہتھیار حاصل کیے جائیں یا ایسے دفاعی ہتھیار تیار کیے جائیں جن کے اثرات دشمن کے لیے ناقابل برداشت ہوں۔ اس حوالے سے سب

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

اسے اہم بات یہ ہے کہ جب ہمارے پاس یہ دفاعی ہتھیار آجائیں تو ہمیں ان کے استعمال کی جرأت بھی ہونی چاہیے، تاکہ ہم اپنے دفاع میں کامیاب ہو سکیں۔

جہاں تک اقتصادی جنگ کا تعلق ہے، تمام مسلم اقوام کو مغربی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کرنا چاہیے۔ اگر مسلم ممالک میں مغربی مصنوعات کا کوئی متبادل موجود ہو، چاہے وہ کم معیار کا ہی کیوں نہ ہو، ہمیں اسی متبادل کو ترجیح دینی چاہیے۔ کیونکہ جو شخص مغربی گاڑی خریدتا ہے، وہ دراصل غزہ میں مسلمانوں کے قتل میں مدد فراہم کر رہا ہے۔ ایسی تمام مصنوعات جن کا متبادل اسلامی ممالک میں دستیاب ہو، چاہے وہ مہنگی ہوں یا سستی، انہیں یورپ، امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، جاپان، جنوبی کوریا، بھارت، چین اور ان تمام ممالک سے خریدنا جائز نہیں جو سیاسی، عسکری یا معاشی طور پر اسرائیل کی حمایت کرتے ہیں۔

فضائی حملے اور ان کا حل

ہوائی جہاز اور فضائی حملے مجاہدین کے لیے مسلسل ایک بڑا خطرہ بنے ہوئے ہیں جب تک کہ ہم انہیں لڑائی سے نکالنے میں کامیاب نہ ہو جائیں، اور اس کے لیے ان کی متعدد کمزور پہلوؤں کو نشانہ بنانا ضروری ہے۔ ان میں سرفہرست: ہوائی اڈے، فوجی اڈے، گولہ بارود کے ذخائر، جہاز ران، اسلحہ فراہم کرنے والی ٹیمیں، زمینی عملہ، اور ان سے منسلک تمام انتظامی امور پر تعینات ادارے شامل ہیں۔

۱۔ ڈرون طیارے

ان کی کئی کمزوریاں ہیں۔ یہ سست رفتار ہوتے ہیں، کم بلندی پر پرواز کرتے ہیں، ریڈار پر آسانی سے نظر آجاتے ہیں، اور ان سے نمٹنا گولیوں یا خمل اندازی (جیمنگ) کے ذریعے یا ان پر کنٹرول حاصل کر کے ممکن ہوتا ہے۔

ان کی مزید کمزوریاں درج ذیل ہیں:

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

ان کے اڈے، انہیں چلانے والے آپریٹرز، تکنیکی کمرے جہاں سے یہ کنٹرول کیے جاتے ہیں، اور وہ جاسوس جو انہیں معلومات فراہم کرتے ہیں یا وہ مخصوص آلات جن کے ذریعے ان کی رہنمائی کی جاتی ہے، وغیرہ۔

جتنے زیادہ عناصر ان سے منسلک ہوں گے، اتنی ہی زیادہ کمزوریاں پائی جائیں گی، جنہیں ہم اپنی طاقت کے مطابق نشانہ بنا سکتے ہیں۔

پہلا قدم دشمن کو اندھا کرنا ہے، یعنی جاسوسوں کو ختم کرنا، اور خصوصی کاروائیوں کے ذریعے ان کے اڈوں یا کنٹرول رومز کو نشانہ بنانا۔ اسی طرح ان زمینی پائلٹوں کو اغوا یا قتل کرنا جو ان طیاروں کو چلاتے یا کنٹرول کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ ان کے گوداموں اور گولہ بارود کے ذخائر کو تباہ کرنا، اور انہیں تیار کرنے والے تکنیکی ماہرین کو اغوا یا قتل کرنا بھی شامل ہے۔

اس طرح ہم اس خطرناک ہتھیار کو ناکارہ بنا سکتے ہیں حتیٰ کہ وہ خود کش ڈرون طیارے جو ابتدا سے الیکٹرانک طریقے سے کنٹرول ہوتے ہیں، چونکہ ان کا دائرہ کار محدود ہوتا ہے، اس لیے ان کا ذخیرہ اور کنٹرول کے مقامات اکثر قریب اور قابل رسائی ہوتے ہیں۔ ان کو نقصان پہنچانا ممکن ہے، خاص طور پر ان معلومات کی بنیاد پر جو ہماری انٹیلی جنس ہمارے علاقے میں اکٹھی کرتی ہے، اور ہمارے وہ تربیت یافتہ عناصر جو دشمن کے خلاف کاروائیاں انجام دیتے ہیں، نیز دشمن کی صفوں میں موجود ہمارے ہمدرد عناصر بھی جو ہمیں معلومات فراہم کرتے ہیں یا طیاروں کے سسٹم میں خرابیاں پیدا کر کے ناکارہ بنا سکتے ہیں۔

اس حوالے سے ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ تمام محاذوں پر مجاہدین کے درمیان رابطہ کی ضرورت ہے، اسی طرح امت مسلمہ کے باصلاحیت افراد سے مؤثر رابطے، ان کی تعلیم و تربیت، ڈرون طیارے بنانے اور انہیں چلانے، بارودی مواد تیار کر کے اُسے گولوں میں تبدیل کرنے کی مہارت سکھانا ضروری ہے، کیونکہ ہماری جنگ بقا کی جنگ ہے، اور یہ مشرق سے مغرب تک امت کے ہر اُس فرد کی مہارت کی محتاج ہے جو اس میدان میں تخصص رکھتا ہو، تاکہ آپس میں تجربات، اختراعات، اور تحقیقات کا تبادلہ ہو، اور اس خطرناک ہتھیار کا مقابلہ کرنے کی حکمت عملی کو عام کیا جاسکے۔

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

۲. جیٹ طیارے اور ہیلی کاپٹر

ان جہازوں کا توڑ کندھے پر رکھے جانے والے میزائلوں یا زمینی لانچنگ سسٹمز کے ذریعے کیا جاسکتا ہے، لیکن ان میزائلوں کو خریدنا، اسمگل کرنا اور استعمال کے قابل بنانا مشکل ہوتا ہے، کیونکہ یہ ریڈار اور اعلیٰ سطح کی تکنیکی مہارت سے استعمال میں لائے جاتے ہیں۔

تاہم ان سے زمینی طور پر نمٹا جاسکتا ہے کہ ان کے ہوائی اڈوں تک رسائی، ان پر خودکش ڈرونز سے حملہ، ہوائی اڈوں کے انفراسٹرکچر کو نقصان پہنچانا، پائلٹس اور فنی عملے کو نشانہ بنانا یا ان کے خاندانوں کو دھمکانا، گولہ بارود کے ذخائر اور ایندھن کے اسٹورز کو تباہ کرنا۔

بلکہ طیارہ بردار جہازوں سے بھی ذہانت سے کام لے کر سے نمٹا جاسکتا ہے جیسا کہ پچیس سال قبل عدن میں ایک چھوٹی کشتی نے، جس میں ایک ڈیڑھ ٹن بارودی مواد تھا، ایک امریکی طیارہ بردار جنگی بحری جہاز کو ناکارہ بنا دیا۔

یقیناً اسلامی انقلاب اور اس کی عملی خواہش اور دشمن واس کے اتحادیوں پر کاری ضرب لگانے کی کوشش، ایک وسیع فکری افق اور ایسے دلیر افراد کی محتاج ہے جو اپنے دین اور امت کی نصرت کے لیے قیمتی ترین چیزیں قربان کرنے کو تیار ہوں۔

۳. ہیکنگ کے ماہر امت مسلمہ کے مخلص بیٹے

امت مسلمہ کے مخلص بیٹے جو ہیکنگ کے ماہر ہیں جو دشمن کے سکیورٹی اور عسکری سسٹم میں نقب لگا سکتے ہیں اور انہیں تباہ کر سکتے ہیں، یہ ہمارے پاس موجود ایک ایسی قوت ہے جو ابھی تک اس انداز میں استعمال نہیں ہوئی جو دشمن کے لیے مؤثر رکاوٹ بن سکے۔

ایسے افراد دشمن کے حملوں کا رخ موڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، چاہے وہ ڈرونز ہوں، میزائل ہوں یا جیٹ طیارے، کیونکہ اگر وہ نیوی گیشن سسٹمز کو غیر فعال کر دیں، یا ان میں خلل ڈال دیں، یا اہداف کی پروگرامنگ میں مداخلت

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

کریں، تو یہ ساری مشینیں ہمارے ہاتھوں میں خود ایک ہتھیار بن جائیں گی، اور اس طرح جادو گر پر اسی کا جادو الٹا جا سکتا ہے۔

ان پر لازم ہے کہ وہ سکیورٹی اور انفارمیشن کے میدان میں حقیقی تخریبی کاروائیاں انجام دیں، اور دشمن کے اداروں کو، خصوصاً ان سول اداروں کو جو بجلی، پانی، زمینی، بحری اور فضائی نقل و حمل سے متعلق ہیں، غیر فعال کر دیں۔

اسی طرح دشمن کی جو ہری تنصیبات کو تباہ کرنا بھی ناگزیر ہے، وہی جو دن رات ہمیں دھمکانے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں، ان کا خاتمہ اور انہیں ناقابل استعمال بنانا ضروری ہے۔

اسی طرح دشمن کی معیشت کو غیر مستحکم کرنا اور اس کے بینکوں اور مالیاتی اداروں میں خلل ڈالنا بھی ضروری ہے۔

یہ چند صفحات دستیاب اہداف یا ممکنہ منصوبوں کی وسعت کو بیان نہیں کر سکتے، لیکن یہ بتا رہے ہیں جو بوئے جارہے ہیں، اور پوچھ دے ہیں جو آزادی کے راستے پر لگائے جارہے ہیں۔

۴۔ امت مسلمہ کے مؤثر ترین ہتھیار

ہماری توجہ امت مسلمہ اور اس کے مخلص افراد کے پاس موجود سب سے مؤثر اور دشمن پر کاری ضرب لگانے والے ہتھیار کی طرف ہونی چاہیے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس ہتھیار کو اس کی نوعیت کے مطابق ترقی دیں اور اسے بروئے کار لائیں، خواہ وہ اسٹریٹیجک کاروائیوں میں استعمال ہو یا ٹیکنیکل مقاصد کے لیے۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ امت مسلمہ کے پاس تین ایسے ہتھیار ہیں جن کا مقابلہ دشمن نہیں کر سکتا:

۱) استشہادی کاروائیاں:

یہ کاروائیاں صرف اسٹریٹیجک مقاصد کے لیے استعمال ہونی چاہئیں، کیونکہ اس طرح کے حملے عسکری لحاظ سے درست ہیں نہ ہی سیاسی اعتبار سے کہ ایک ایسے ہدف کے لیے کسی پاک روح کو قربان کیا جائے جسے ایک عسکری کاروائی سے بھی ختم کیا جاسکتا ہو۔

(۲) بارودی مواد

یہ دوسرا ہتھیار ہے جو ہمارے پاس موجود ہے اور ٹیکنیکل سطح پر مؤثر انداز میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس کے ذریعے ہم بم نصب کرنے، ٹارگٹ کلنگ، چھاپے اور گھات لگا کر حملوں جیسی کاروائیاں انجام دے سکتے ہیں جو دشمن کو مفلوج کر دیں، خاص طور پر جب یہ دشمن کی سر زمین پر اور جائز اہداف کے خلاف ہوں۔ ایسی کاروائیاں دشمن کے اندر خوف و ہراس کا ماحول پیدا کرتی ہیں اور داخلی انتشار میں اضافہ کرتی ہیں۔ ایسے حملے اور کاروائیاں ان تمام حکومتوں کو کمزور کرنے کا اہم اسباب میں سے شمار کی جاسکتی ہیں جو فلسطین کے حوالے سے صہیونیوں اور یہودیوں کی پشت پناہی کرتی ہیں۔

(۳) ایک پرانا موشر ہتھیار: پستول

یہ ہتھیار انفرادی ٹارگٹ کلنگ کے لیے بہت کارآمد ہے اور ہر کسی کی دسترس میں بھی ہے۔ اگر اس کے ساتھ سالنسر لگا دیا جائے، اور اسے استعمال کرنے والا دیر ہو تو دشمن کی سیاسی، معاشی اور میڈیا کی قیادت کو نشانہ بنانا ممکن اور آسان ہو جاتا ہے۔

اور دشمن کے خلاف سب سے مہلک ہتھیار تو ہمارے اندر حوصلے و عزم جیسی معنوی قوت کا وجود ہے جو دین مبین کے لیے قربانی سے جنم لیتا ہے۔ اس روحانی قوت کو اقوال و افعال کے ذریعے ہمیشہ زندہ رکھنا چاہیے، کوئی بھی ایسی کاروائی جو عزت و وقار کی علامت ہو اور شرف و ناموس کی حفاظت کے لیے انجام دی جائے، وہ امت کی توانائیوں کو بیدار کر دیتی ہے۔ منظم الفاظ اور پڑھے گئے اشعار شاید لوگوں کو مادی ہتھیار نہ دے سکیں، لیکن وہ ہر فرد کو خود ایک ہتھیار میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

ترہیت اور بھرتی

اگرچہ اس میں کچھ مسائل ہیں، لیکن جبری فوجی بھرتی کا نظام قوم و ملت کے افراد کے لیے ایک اہم خدمت فراہم کرتا ہے، کیونکہ اس کے ذریعے وہ مختلف قسم کے ہتھیاروں کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ اور یہ بہت ضروری ہے کہ

یہ غرہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

جو لوگ اسلامی انقلاب کے خواہشمند ہیں اور جو سچے دل سے اس میں شریک ہیں، وہ اپنی بھرتی کے دوران اس موقع سے فائدہ اٹھائیں، اسے سنجیدگی سے لیں، اور جو ہتھیار ان کے پاس ہوں، ان میں مہارت حاصل کریں۔ یہ موقع سچے اور سنجیدہ افراد کے لیے ہے، غیر سنجیدہ اور ناراض لوگوں کے لیے وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے، جو اس وقت بہت پچھتاہیں گے جب جنگیں ان کے دروازے پر دستک دیں گی، یا جب ان پر سکیورٹی یا پولیس کا ادارہ قابو پائے گا، یا جب کسی متکبر آمر کی جانب سے ان کی جانیدادیں اور زمینیں چھینی جائیں گی اور ان کی بے عزتی کی جائے گی۔ بحیثیت امت یہ جبری عسکری بھرتی ہمارے لیے ایک بہترین موقع ہے جس سے خوب استفادہ کرنا چاہیے۔

اور بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جبری فوجی بھرتی کے دوران فوج، اس کی صلاحیتوں، منصوبوں اور اس کے کمانڈروں کے بارے میں بھی بہت سی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اور ہماری بہت سی ریاستوں میں فوج کے کمانڈر ہی ہمارے اصلی دشمن ہیں۔

ان کے بارے میں اندرونی خفیہ معلومات اکٹھی کرنا ایک آئندہ ممکنہ ٹکراؤ کے لیے نہایت اہم ہے، خاص طور پر ان نظریاتی اور کرپٹ افواج اور ان کے قائدین سے نمٹنے کے لیے نہایت ضروری ہے۔

فوج کے اعلیٰ افسران فوج کو اپنے ذاتی مفادات کے لیے استعمال کرتے ہیں، اور اس کی وجہ بھرتی، تربیت اور سروس کے دورانیے کے نظام میں موجود متعدد خرابیاں ہیں۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کا حل ممکن ہے، اگر ہم اپنی مسلح افواج سے بد عنوان قیادت کا خاتمہ کر دیں۔ خاص طور پر ان افسران کے بیٹوں کی بھرتی کا مسئلہ، جو سمجھتے ہیں کہ فوج ان کی خاندانی میراث بن چکی ہے، صرف اس بنیاد پر کہ ان کے آباؤ اجداد نے کبھی بہادری دکھائی تھی۔ یہ بے حیثیت لوگ، جنہوں نے نہ کوئی جنگ لڑی، نہ ہی کبھی دشمن کے خلاف ہتھیار اٹھائے، بلکہ ہمیشہ اپنے ہی عوام پر بددوق تانی ہے، ان کی پوری زندگی کا حاصل دراصل قوت کے مراکز پر قبضہ اور وسائل کی لوٹ مار ہے، جو کسی بھی طور جائز نہیں۔ اور جب تبدیلی کا یہیہ حرکت میں آئے گا تو ان کا کوئی وجود باقی نہیں رہے گا۔

پس اے باشعور اور مسلح نوجوان! فوجی سروس سے فرار اختیار نہ کرو، بلکہ اسے ایک موقع سمجھ کر استعمال کرو، اور وہ وقت آئے گا جب تم اس پر اللہ کا شکر ادا کرو گے۔

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

اہداف اور ان سے تعامل

انقلاب اور تبدیلی کے لیے کچھ اہداف ہوتے ہیں جن کی بنیاد پر طویل المدتی حکمتِ عملیاں بنائی جاتی ہیں، اور ان پر عمل درآمد کے لیے ادارے، تنظیمیں اور ایسی جماعتیں کام کرتی ہیں جو اپنے کردار اور تبدیلی کے مراحل سے واقف ہوں۔ لیکن بڑے اہداف اُس وقت تک حاصل نہیں ہوتے جب تک چھوٹے اور درمیانے درجے کے اہداف پورے نہ ہو جائیں۔

دشمن کو اسلامی ممالک کی نعمتوں اور ذخائر سے محروم رکھنا از بس ضروری ہے، نہ ہم اُسے ایسی چیزیں فروخت کریں جو اس کی طاقت میں اضافہ کریں اور اس کے عسکری نظام کو مضبوط بنائیں، اور نہ ہی ان سے ایسی اشیاء خریدیں جو اس کی معیشت کو سہارا دیں۔

یہ وہ اہداف ہیں جن پر ہر غیرت مند مسلمان تاجر، کاروباری شخصیت، نوجوان اور باشعور جماعت اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق عمل کر سکتی ہے۔

ذہین و دانالوگوں کے مضامین میں قلم کی روشنائی، اور فصیح و بلیغ خطباء، شعراء اور اہل زبان کی سخن گوئی، جو فاسدوں کو بے نقاب کرنے اور امت کا شعور بلند کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے، ایک دودھاری تلوار کی مانند ہے۔

ایک طرف یہ دشمنوں کے حوصلے پست کرنے، ان کی طاقت توڑنے اور صفوں کو منتشر کرنے والی کاری ضرب ہے اور دوسری طرف یہ ہمارے حوصلوں کو بلند کرنے، ہماری صفوں کو مضبوط کرنے اور ہماری تحریک کو مضبوطی عطا کرنے والی توانائی ہے۔

اسی لیے فرمایا گیا:

سَيِّدُ الشَّهَدَاءِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَرَجُلٌ ”شہداء کے سردار حمزہ بن عبدالمطلب ہیں، اور وہ
قام إلى إمامٍ جائٍ فأمّره ونهّاه فقتله۔
شخص جو ظالم حکمران کے سامنے کھڑا ہو، اُسے نیکی کا

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

حکم دے، برائی سے روکے اور پھر وہ (ظالم) اُسے قتل کر دے۔“

ہمارے چہروں کے تاثرات، احتجاجی مظاہرے، ہڑتالیں، اور اہم مقامات پر ہمارے دھرنے، یہ سب سول نافرمانی کے اہم اقدامات ہیں۔

اور ان کے لیے سب سے مؤثر جگہیں مساجد، جامعات، کارخانے، ریلوے اسٹیشن، پبلک ٹرانسپورٹ کے ادارے، کمپنیاں، دیہی علاقے اور کھیت و کھلیان وغیرہ ہیں۔

ان تمام طبقات کی فعال شرکت، کرپٹ نظاموں کو گرانے میں کسی زلزلے سے کم اثر نہیں رکھتی۔

تاجر حضرات اور ہماری عوام کے لیے کم از کم درجہ ایمان یہ ہے کہ وہ مغربی مصنوعات اور صہیونی کمپنیوں کا بائیکاٹ کریں، چاہے وہ کھانے پینے کی اشیاء ہوں، مٹھائیاں ہوں، مشروبات ہوں، کپڑے، ٹیکنالوجی، ایئرلائنز، گھریلو سامان، گاڑیاں، یا گھڑیاں وغیرہ ہوں۔

کسی بھی مسلمان کی کوشش کو چھوٹا یا بے وقعت نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ انفرادی کوششوں نے ہمیشہ سے سیاسی نقشے بدلے ہیں اور اندھیرے حالات کو روشنی میں بدلا ہے۔

انسان کی سب سے بڑی طاقت اس کی قوت ارادہ اور تبدیلی کی خواہش ہوتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ تاریخ نے ایسے لوگوں کے ناموں کو ہمیشہ کے لیے زندہ رکھا، انہیں نمونہ عمل بنایا، اور لوگ آج تک ان کے راستے پر چلتے ہیں۔

ان کی اخلاقی سیرت، جہادی بہادری، فدائیت اور قربانیاں ایسی داستانیں بن چکی ہیں جو لوگوں کے حوصلے بلند کرتی ہیں۔

چاقو، ماچس کی تیلی، پستول، پٹرول بم (Molotov Cocktail)، یہاں تک کہ ایک پتھر، یہ سب ایسے مؤثر ہتھیار ہیں جو دشمن کے نظام کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔ بشرطیکہ انہیں ایک بہادر دل اور مضبوط ہاتھ سنبھالے۔

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

۱۱ ستمبر کو انیس مجاہدین نے اور ان کے پیچھے موجود جہادی قیادت نے عام تجارتی جہازوں کو مہلک ہتھیاروں میں بدل دیا۔ پرانی کہادت ہے:

”تلوار کی ضرب کا دار و مدار اس کے تھامنے والے ہاتھ پر ہوتا ہے۔“

جہاں کہیں بھی صہیونی دشمن کے کسی مفاد پر حملہ ہو گا، وہ تبدیلی کی چنگاری بنے گا، آزادی کی طرف لے جائے گا اور دنیا بھر کے مظلوموں کو اس دنیا کے شمالی کونے میں بیٹھے ظالم صہیونی کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا حوصلہ دے گا۔

ضروری ہے کہ ہم صہیونی معیشت سے جڑی ان تمام چیزوں کو نشانہ بنائیں جن تک رسائی ممکن ہو۔ چاہے وہ کمپنیاں ہوں، افراد ہوں یا ریاستیں، چاہے وہ مفادات یہودیوں کے ہوں، امریکیوں، برطانویوں، فرانسیسیوں یا پھر جن سے جرمن بھگڑوں کے مفادات وابستہ ہوں۔

صہیونی مفادات اور کمپنیوں کو نشانہ بنانا ہمیں دشمن کے کمزور اتحادیوں پر حملہ کرنے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ ایسے مؤثر حملے ان کے یہود نواز تعاون کو محدود کرتے ہیں اور انہیں اپنے ممالک کے اندر جنگ کے مخالف عوام کے ساتھ اندرونی کشمکش میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ ایسے اہداف کو نشانہ بنایا جائے جو عوام کو حکومت گرانے پر متفق کر دیں۔

اور اس (ظلم و جارحیت) کے مقابلے میں سستی اور خاموشی اختیار کرنا ان مسلمانوں اور مظلوموں کے حق میں ایک گناہ ہے جو (اس ظلم کو روکنے کی) قدرت اور استطاعت رکھتے ہیں، کیونکہ یہودیوں نے کسی چیز کو نہیں بخشا، انہوں نے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل کیا، ہزاروں مساجد کو مسمار کیا، اور پورے علاقے کو تباہ و برباد کر دیا (مثلاً: ہسپتال، مکانات، سرکاری دفاتر وغیرہ) اس سب نے ہمارے ذہنوں سے حدود اور قیود کو ختم کر دیا ہے، اب کوئی سرخ لکیر باقی نہیں رہی جو ہمارے ردِ عمل کو روک سکے۔

یہ غرہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

اب ان صہیونیوں سے متعلق ہر چیز ہمارے اہداف میں شامل ہے اور ہر وہ جگہ جہاں ایک غیرت مند مسلمان، جو اپنے رب، اپنے دین، مسلمانوں اور ان کے مال و جان سے محبت رکھتا ہو، پہنچ سکتا ہے، وہ نشانہ بن سکتی ہے۔ اور بدلے کے اصول کے تحت اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ. (سورة النحل: 126)
 ”اور اگر تم کسی سے بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جس قدر تمہیں ستایا گیا اور اگر تم صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔“

یہ قبیلہ (یہود) اللہ کی طرف سے تتر بتر ہونے کا شکار ہے، اور ان کا کوئی بھی اجتماع فنا کے مقدر سے بچ نہیں سکتا، چاہے وقت جتنا بھی طویل ہو یا مختصر۔ ہمیں اپنی جذباتیت کے ذریعے یہ دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کہ ان کا نسب اللہ کے نبی اور خلیل ابراہیم علیہ السلام تک جاتا ہے، کیونکہ نبی اللہ ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیرہ بیٹے تھے، اور انہوں نے اپنی اولاد کے لیے دعا بھی کی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَتْهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۚ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ. (سورة البقرة: 124)

”اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو اس نے انہیں پورا کر دکھایا۔ اللہ نے فرمایا: میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ ابراہیم نے کہا: اور میری اولاد میں سے بھی؟ اللہ نے فرمایا: میرا عہد ظالموں تک نہیں پہنچتا۔“

اللہ کے نبی اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے یہود ہیں، اور یہ وہ گروہ ہے جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا، اور اللہ نے ہمیں ان سے خبردار کیا۔ جیسا کہ فرمایا:

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا ۚ الْيَهُودَ
 وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۚ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا
 ”یقیناً تم ایمان والوں کے لئے سخت ترین دشمن یہود اور مشرکین کو پاؤ گے اور تم مومنوں کے لئے دوستی

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَضْرِيْ فُلْكَ بِأَنِّ مِنْهُمْ قَسِيْبَيْنِ
وَهُمْ بَأْسًا وَّاْتَمَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ. (سورة المائدة: 82)
میں ان لوگوں کو قریب تر پاؤں گے جو کہتے ہیں ہم
نصاری ہیں، یہ اس لئے ہے کہ ان میں کچھ علماء اور
عابدین ہیں وہ تکبر نہیں کرتے۔“

اللہ نے ان پر بحیثیت قبیلہ حکم کا اطلاق فرمایا ہے، اور آخری زمانے میں اللہ تعالیٰ خود پتھروں اور درختوں کو ان کے
خلاف اُبھارے گا تاکہ وہ ان کو اپنے پیچھے چھپنے نہ دیں (اور یہ قتل کیے جائیں)۔ اللہ کے فیصلے سے ان کے لیے کوئی
نجات نہیں، کیونکہ وہ دن ضرور آئے گا جب پتھر اور درخت بھی ان کے جرائم، ان کی سازشوں، ان کے مکرم، ان کی
اللہ اور انسانوں کے خلاف جرائم اور مظالم اور زمین کو برباد کرنے والے فساد کے گواہ بنیں گے۔

صنعت کاری

پولیس ریاستوں (Police States): وہ ممالک یا ریاستیں جہاں پولیس یا خفیہ ایجنسیاں لوگوں کی زندگی پر مکمل
کنٹرول رکھتی ہیں) میں اسلحہ، گولہ بارود، دھماکہ خیز مواد اور حتیٰ کہ ڈرونز خریدنا مشکل ہو سکتا ہے، لیکن جہاد کے
مختلف آلات کی تیاری کے بارے میں معلومات حاصل کرنا آسان ہے، اور ذہین دماغ کچھ عام آلات کو جدید
ہتھیاروں میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

اور الحمد للہ، ہماری امت کے بیشتر افراد جو بلند حوصلے والے ہیں وہ عذر تراشنے کے بجائے، محنت کرتے ہیں تاکہ عالمی
فیصلہ سازی میں قیادت کو پھر سے حاصل کریں اور انسانیت کو صحیح راستے پر گامزن کر دیں۔ اس کے علاوہ، وہ اپنی
تخلیقی صلاحیتوں کے ذریعے اگلی نسلوں کی بھی رہنمائی کرتے ہیں، خاص طور پر جنگی صنعت کے شعبے میں۔ ان میں
سب سے آگے وہ لوگ ہیں جنہوں نے (الیا سین ۱۰۵) راکٹ تیار کیے اور شدید محاصرے میں ہونے کے باوجود یہ
راکٹ یہودی ٹینکوں پر گرائے۔ وہی یہود جنہیں ہمارے حکام کی طرف سے مدد اور خوشی کے پیغامات دیے جا رہے
ہیں، جو جہل کا سہارا لیتے ہیں اور ہر عذر تلاش کرتے ہیں تاکہ اپنی قوم کو یہ باور کروا سکیں کہ وہ دشمن کے خلاف لڑنے
اور فلسطین اور دیگر مقامات کے لوگوں کی مدد کرنے میں ناکام ہیں۔ اگر وہ اپنے وسائل کو جنگی صنعت کی تیاری میں
صرف کرتے، بجائے اس کے کہ وہ انہیں تفریحی اور اخلاقی فساد پر خرچ کرتے، جیسا کہ ابن سلمان اور اس کے دلال

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

ترکی آل شیخ کی جوڑی، ان پر اللہ کی لعنت ہو، تو امت زیادہ باہدف اور طاقتور ہوتی، امت دشمنوں کے دلوں میں زیادہ رعب و دبدبہ رکھتی، جو کچھ آپ کے بھائی غزہ کے علاقے میں جنگی صنعت کے حوالے سے کر رہے ہیں، وہ ہم سب کے لیے ایک تحریک و ترغیب ہے تاکہ ہم ان کے نقش قدم پر چلیں۔

اور آج امت کے تمام افراد کے لیے ہر ملک میں اسلحہ، آلات اور وسائل تیار کرنے اور ذخیرہ کرنے کا موقع دستیاب ہے تاکہ وقت آنے پر انہیں کام میں لایا جائے، اللہ تعالیٰ تعمیرات کے شعبے میں روشن ستارے مگر ناخواندہ محمد بن لادن، شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد، کو جزائے خیر عطا فرمائے، جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے دس ملین ڈالر جمع کیے، اور جب افغانستان میں جہاد کی پکار دی گئی، تو یہ دس ملین سب سے پہلے مجاہدین کے لیے پیش کر دیے۔

اسلحے کا ذخیرہ

آج تک انفرادی سطح پر اسلحہ اور اس کی ذخیرہ اندوزی کے لیے وسیع مواقع موجود ہیں، اور یہ مواقع ضائع کیے بغیر بلا کسی تاخیر کے ہر مردِ حر شخص کو ہتھیار خریدنے چاہئیں تاکہ وہ باغیوں کو روک سکے، چاہے وہ عام جرائم پیشہ لوگ ہوں یا فاسد سکیورٹی اہلکار اور ظالم حکام۔ اور سب سے اہم یہ ہے کہ یہ ایک قدم ہے ایک مسلح امت کی جانب۔ اگر حکومتیں اپنے عوام کی واقعی دیکھ بھال کرتیں تو ان کا سب سے اہم کام اپنے عوام کو مسلح کرنا ہوتا۔ میری رائے میں، جو چیز دشمنوں کو اسلامی عقیدہ کے بعد سب سے زیادہ خوفزدہ کرتی ہے وہ ایسا اسلحہ ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہو۔ اس لیے دشمنوں کی سب سے پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ہمارے ہاتھوں سے اسلحہ چھین لیا جائے، ہمارے ممالک کو فوجی ساز و سامان کی تیاری سے روکا جائے، اور تکنیکی ترقی کی کسی بھی کوشش کو ناکام بنایا جائے، ان کے دباؤ اور مطالبات کے ذریعے جو مسلمانوں کے حکام اپنے آقاؤں کے کہنے پر پورا کرتے ہیں، تاکہ مسلمانوں کا عروج نہ ہو اور وہ زیادہ سے زیادہ وقت تک کمزور رہیں۔

لہذا اسلحہ، گولہ بارود اور جنگی وسائل خریدنا اور انہیں استعمال کے وقت تک ذخیرہ کرنا ضروری ہے، اور جو لوگ اس میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ انٹرنیٹ پر اسلحہ اور گولہ بارود کو ذخیرہ کرنے اور ان کی دیکھ بھال کرنے کے بارے میں بہت

یہ غرہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

ساری مفید معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ اور ہمارے پاس اپنی امت کے ایسے ہنرمند محنت کش افراد موجود ہیں جو مصنوعی دیواریں (false walls)، خفیہ کمرے، اور زیر زمین چھپنے کی جگہیں بنانے میں ماہر ہیں۔ اور اگر یہ ذخیرہ زیر زمین ہو تو وہاں کچھ سادہ سے امور ہیں جو ذخیرے کو نئی یا زیر زمین پانی سے بچانے کے لیے ہوتے ہیں۔

یہ علوم اور مہارتیں امت کے تمام افراد کے لیے ضروری ہیں، خاص طور پر ان لوگوں کے لیے جو تبدیلی کی کوشش کر رہے ہیں، اور اس شعبے میں محنت اور جتن کو تبدیلی کے لیے پیش خیمہ کی حیثیت حاصل ہے۔

یقیناً اسلحہ، گولہ بارود اور عسکری ساز و سامان کا مالک ہونا، ان کو ذخیرہ کرنا اور ان کے ذخائر کو محفوظ بنانا اور ان کی تیاری اور ترقی پر محنت کرنا، یہ تضادم کا بنیادی محور ہے۔ اور صہیونیت نے ہمارے مقابلے میں یہ فائدہ اٹھایا ہے کہ ان کے پاس آتش و آہن اور ٹیکنالوجی کی طاقت ہے اور انہوں نے اس بات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمیں فوجی اور سیاسی طور پر اپنے کنٹرول میں لے لیا ہے کیونکہ مسلم اقوام کے ہاتھوں میں اسلحہ نہیں ہے۔

کامیابی کا مفہوم

”اہم بات یہ ہے کہ آپ اپنے عمل کے ذریعے بچ جائیں یا اپنی جان بچا کر نکل جائیں۔“

اسی مفہوم کے ذریعے انسان اور اس کی عقل و فہم کو مسخ کیا گیا اور اس پر عار کی چادر اوڑھائی گئی۔ جان بچالینا کوئی مقصد نہیں ہے، حقیقی مقصد حق کا قیام ہے، اور اس کے قیام کے لیے قربانی اور فداانیت راستہ ہیں، اور عزت اس کا پھل اور انعام اللہ کی طرف سے ہے، اور اسی صداقت کی بدولت تمام لوگ نجات پائیں گے۔

منفاد پرستی جو دوسروں کی تکالیف کے بدلے میں حاصل کی جائے، وہ کسی بھی وائرس سے بدتر بیماری ہے اور یہ بزدلوں کا طریقہ کار ہے۔ کیونکہ اس طرح ہر ممکن طریقے سے اپنے بچاؤ کے لئے کوشش کرتے ہیں، یہ جانے بغیر کہ دوسروں کی درد و آلام کو محسوس کیا جائے، ان کے لئے ذریعے و وسیلے کے بجائے مقصد اہم ہوتا ہے، اور وہ مقصد ان کے لیے نجات کے نام پر دھوکہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو، اپنی زبانوں کو، قلموں کو اور جسموں کو قابض اور ظالموں کے ہاتھوں فروخت کرتے ہیں، تاکہ وہ زندگی کی تکالیف سے بچ جائیں۔ وہ دنیا میں ذلت اور آخرت میں ہلاکت

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

خریدتے ہیں۔ یہ خود پرستی ایک ایسا داغ ہے جو کبھی مٹایا نہیں جاسکتا، اور اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ اور جس پر یہ داغ لگ جائے، وہ خود ختم ہو جاتا ہے اور اس کی نسل ہی مٹ جاتی ہے، تو کیا یہ بات بزدل سمجھ سکتے ہیں؟

بزرگانِ دین فرماتے ہیں:

”یہ تعجب کی بات نہیں کہ جو ہلاک ہوئے وہ کیونکر ہلاک ہوئے، بلکہ تعجب کی بات یہ ہے کہ جو بچ گئے وہ کس طرح بچ گئے۔“

انہوں نے نجات کے تصور کو اس کے اصل جوہر میں نئے سرے سے ترتیب دیا۔ کیونکہ جنت والے وہی ہیں جنہوں نے دنیا میں اپنے رب کی رضا کے لیے محنت کی اور صرف وہی لوگ جہنم کے ہلاکت سے بچیں گے۔ چاہے دنیاوی زندگی طویل ہو یا مختصر، ہمارا انجام موت ہے، اور ہر دن جو گزرتا ہے وہ ہمیں اس کے قریب لے جا رہا ہے۔ چاہے ہم چاہیں یا نہ چاہیں۔ اور اصل کامیاب وہ ہے جو دنیا کو آخرت کے لئے استعمال کرتا ہے۔

رد عمل

کسی بھی حملے یا زیادتی کا بدلہ کسی بھی طریقے سے لیا جاسکتا ہے، اس کی کوئی حد نہیں، اور ہر دشمن کے لیے کوئی نہ کوئی چیز ضرور ہوتی ہے جو اسے روک سکتی ہے۔

کسی دور میں، خنجر اور تلوار مؤثر ہتھیار تھے، جب ”حشاشین“ نے انہیں حکمرانوں اور امراء کی گردنوں پر رکھ کر استعمال کیا۔

ایک اور زمانے میں، ایٹم بم ایک ہولناک ذریعہ دہشت ثابت ہوا، جب ان بموں سے اُس جاپان کے شہر تباہ کیے گئے جو آج ان حملہ آوروں کا اطاعت گزار اور ذلیل خادم ہے۔

ہر زمانے میں تمہیں کچھ نہ کچھ ایسا ضرور ملے گا جس سے تم دشمنوں کو ڈرا سکو، اسے جرأت سے استعمال کر کے ان کی طاقت کو ناکام بناسکو، میدان پر قابو پا سکو، اور ان کی قوت کا خاتمہ کر سکو۔

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

جہاں تک دشمن کو نیست و نابود کرنے کی بات ہے تو یہ اسی وقت کیا جاسکتا ہے جب دشمن کو روکنے والا اور زک پہنچانے والا اسلحہ کسی کی ملکیت میں ہو اور اسے استعمال کرنے کی جرأت بھی ہو۔

دشمن پر کنٹرول: یہ اپنی عوام کو تعلیم دینے، تربیت دینے اور اسلحہ فراہم کرنے سے حاصل ہوگا۔

اور دشمن کی فوج کا خاتمہ: یہ صرف حملہ کرنے سے ہی ممکن ہے، اور حملہ ہی واحد طریقہ ہے۔

ہم یہ سب کچھ اپنے دین، ثقافت، ورثے، اور اسلامی اقدار و روایات کی طرف واپس لوٹ کر ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے بغیر ہم ہر کھانے والے کے لیے ترنوالہ بننے رہیں گے۔

مسلح قوم ہماری زمین پر، دشمن کی زمین میں انفرادی فداکار، اور اس کی سرزمین پر آپریشنز کے سیلوں کا قیام، مجاہد گروہ اور تنظیمیں اور ان کی نوعیت کی کارروائیاں، سیاسی شخصیات کے ہدفی قتل کی کارروائیاں، اور عصر حاضر کی ٹیکنالوجیوں کو تباہ کن ہتھیاروں میں تبدیل کرنا، اور اسٹریٹجک اہداف پر استنہادی آپریشنز، دھماکہ خیز مواد کی طاقت کا بہترین استعمال، یہ سب دفاعی ہتھیار ہیں جو دشمن کی مؤثر کارروائی کو محدود کرتے ہیں، اسے ڈراتے ہیں اور اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیتے ہیں۔

ہماری مسلح امت جو پُر عزم ہے اور ہتھیاروں کے سامنے ہارٹی نہیں اور جب تک وہ ہتھیار اٹھائے رکھے گی اور جب تک وہ ان ہتھیاروں کے ذریعے اللہ کی راہ میں ہر میدان میں جہاد کرتی رہے گی تو ان شاء اللہ، فتح ہمیشہ ہماری ہوگی۔

اگر قصاب (نیتن یاہو) جنگ کے خاتمے کے بعد کچلا گیا، تو بائینڈن، اس کے پیروکار اور اس کے کئی ڈیموکریٹ ساتھی زلت کا شکار ہوں گے، ان کے اموال ضبط کر لیے جائیں گے، اور انہیں ٹرمپ کو لاکارنے والوں کے لیے نشانِ عبرت بنادیا جائے گا۔ بائینڈن کے پاس آئندہ انتخابات سے پہلے ٹرمپ کو قتل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں بچے گا۔^{۳۱}

^{۳۱} شیخ سیف العدل نے یہ سطور امریکہ میں انتخابات سے قبل تحریر کی تھیں۔ (ادارہ)

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

اس وقت ریاست ٹیکساس، جو آزادی کی خواہاں ہے، کو ہم خیال ریاستیں ملیں گی اور امریکی مغرب کا افسانہ ختم ہو جائے گا، اور ہم کبھی دوبارہ ”امریکیوں“ کا ذکر نہیں سنیں گے۔ جیسے کابل کی کٹھ پتلی حکومت امریکیوں کے افغانستان سے انخلا کے ساتھ ہی بھاگ گئی تھی، ویسے ہی صہیونی ریاست اسلامی یلغار کی بھٹی میں پگھل جائے گی اور اس وقت ہمیں امن و سلامتی نصیب ہوگی۔

یہ ایک تباہ کن جنگ ہے۔ اس میں وہی بچے گا جو دشمن کے حملے کو ناکام بنانے، اس کے زخم کو مزید گہرا کرنے، میدان پر قابو پانے اور آخر کار دشمن کی فوج کو ختم کرنے کی تیاری خوب کرے گا۔ اُس وقت، اور اُس سے پہلے اور بعد بھی، اسلام کی دعوت کے دروازے کھلے رہیں گے، اور دعوت کے میدان کو کسی حال میں بند نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ہم ایک ایسے زمانے میں ہیں جس کی پہچان ہی رابطے اور ہر ایک تک رسائی (دعوت) ہے۔

ہر دور کے دانالوگ مناسب انداز میں پسپائی یا انخلا کی حکمتِ عملی تخلیق کرتے ہیں، لیکن یہودیوں کے ساتھ معاملہ اور فلسطین کی آزادی کے لیے بہترین حکمتِ عملی وہی ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے قبول کیا اور جس کی تائید فرمائی، جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں فیصلہ کیا:

تُقتل مقاتلتهم، و تُسبي ذراريهم، و تُقسم
أموالهم فقال النبي ﷺ: ”لقد حكمت فيهم
بحكم الله من فوق سبعة أرقعة۔“
”ان کے جنگجو قتل کر دیے جائیں، ان کی عورتیں اور
بچے قیدی بنائے جائیں، اور ان کے اموال تقسیم کیے
جائیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم نے ان کے بارے
میں وہی فیصلہ کیا جو اللہ کا فیصلہ ہے جو ساتوں آسمانوں
سے اوپر سے آیا ہے۔“

زندگیاں بچانے والوں اور موت بانٹنے والوں کے درمیان فرق بہت بڑا ہے۔

اہم نکات

- صہیونی صلیبی قوتوں کے ساتھ ہم آہنگی میں کسی بھی عسکری کارروائی کو روک دینا دراصل ایک طرح سے غیر مشروط طور پر شکست کھانے کا اعتراف ہے، کیونکہ طاقتور ہی غالب آتا ہے، اور ایک میان میں دو تلواریں جمع نہیں ہو سکتیں۔ یہ عقیدہ نہ صرف مسلمانوں کا ہے بلکہ مغرب بھی اسی پر یقین رکھتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مسلمان دوسروں کو سوچنے اور انتخاب کا موقع دیتے ہیں، جبکہ دوسرا فریق، اس کی وابستگی کسی سے بھی ہو صرف اور صرف نیست و نابود کرنے کی کوشش کرتا ہے اور صرف نابودی ہی اس کا ہدف ہے۔ اس پر بے شمار تاریخی شواہد موجود ہیں اور مسلمانوں اور صہیونیت کے درمیان یہ جنگ جاری رہے گی، جب تک کہ اس سے نکلنے کے لیے کوئی واضح حکمت عملی نہ اپنائی جائے، جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔
- اس تضادم میں پہلا قدم یہ ہے کہ مغرب کو ہمارے ان وسائل تک رسائی سے روک دیا جائے جن کی بنیاد پر وہ ہم پر شیر بن کر حملہ آور ہوتا ہے۔ چونکہ کٹھ پتلی حکومتیں کچھ نہیں کریں گی، لہذا عوام کو خود دولت کے سرچشموں، معدنیات کے مراکز اور تجارتی راستوں اور بحری گزر گاہوں پر قابو پانا ہو گا چاہے اس کے لیے کانیں اور کنویں بند کرنے پڑیں، یا سمندری راستے روکنے پڑیں۔
- مسلمانوں اور مغربی ممالک میں بسنے والے کمزوروں پر ایک عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اور وہ ہے دشمن کے اسلحہ سازی کے کارخانوں کو بند کرنا۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنے حملوں میں دشمن کے ان کارخانوں کو نشانہ بنائیں جو مغرب میں قائم ہیں اور جو ہماری لوٹی ہوئی معدنیات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ان میں سر فہرست فرانس کے وہ کارخانے ہیں جو ہمارے مغرب اسلامی کے خطوں سے لوہا چوری کر رہے ہیں اور ان کے جوہری ری ایکٹرز کو بھی خطرے میں ڈالنا ضروری ہے، کیونکہ وہ بھی افریقہ میں مسلمانوں کی زمینوں سے لوٹے گئے یورینیم پر چلتے ہیں۔

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

- غزہ کی جنگ سے جو اسباق حاصل ہوئے ہیں، ان میں ایک اہم سبق یہ ہے کہ دشمن کا زیادہ سے زیادہ خون بہایا جائے اور مستقبل میں دشمن افراد کو قیدی بنانا محدود کر دینا چاہیے۔ کیونکہ قیدی نہ تو کبھی دشمن کو باز رکھنے والا ہتھیار بنے ہیں اور نہ ہی بن سکتے ہیں۔ یہودیوں نے سب کچھ تباہ کر دیا اور انہیں یقین ہے کہ مسلمان ان کے قیدیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے، کیونکہ اسلام ہمیں اس سے روکتا ہے۔ لیکن اسلام ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ دشمن کا خوب خون بہانا قیدی بنانے سے زیادہ اہم ہے، کیونکہ قیدی توفیق کے بعد مال غنیمت کے ساتھ حاصل کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَشْرَىٰ حَتَّىٰ يُفْخِرَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَصَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ
وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ. (سورة الانفال: 67)

”کسی نبی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اُس کے پاس (جنگ میں) قیدی ہوں، جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی نہ کر لے۔ تم دنیا کا سامان چاہتے ہو، جبکہ اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔“

- اگر اگلے دن صبح کو صہیونی اتحاد (یعنی امریکہ، برطانیہ، یہود، فرانس، اور مسخ شدہ جرمن) نے اپنے مقاصد جنگ میں حاصل کر لیے، تو وہ ایک جنگی اجلاس منعقد کریں گے تاکہ دنیا پر مکمل کنٹرول کے لیے اپنی حکمت عملی نافذ کریں۔ اس میں ان کا پہلا ہدف عالم اسلام ہو گا اور اس کے بعد باقی غیر مسلم اقوام۔ لہذا ہم، ایک کمزور امت کے طور پر، یہ فیصلہ کریں کہ صہیونیت کے خلاف معرکہ اسی رات سے شروع کر دیا جائے، تاکہ اگلی صبح کا آغاز ہم ان کے حملے کا نشانہ نہ بنیں، اور پھر باقی پورا دن ہم اس جدوجہد کے ثمرات کی خوشی مناسکیں۔

یہ غزہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

تعزیت اور خوشخبری

الفاظ اس قابل نہیں کہ اس شدتِ غم کا اظہار کر سکیں جو ہمیں اپنے اہل غزہ و فلسطین کے لیے محسوس ہوتا ہے اور ان تمام لوگوں کے لیے جو مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم سے غمزدہ ہیں۔

لیکن بعض اوقات بے بسی کی طاقت، طاقت کی بے بسی سے بھی زیادہ کاری ضرب لگاتی ہے۔

جو کچھ غزہ میں ہو رہا ہے ان شاء اللہ وہ محض ایک واقعہ نہیں، بلکہ اس کے اثرات دنیا بھر پر مرتب ہوں گے، عالمی سطح پر، اُمتِ مسلمہ اور تمام اقوام و معاشروں کی سطح پر بھی مرتب ہوں گے۔

وہ نوجوان نسل جو مغرب اور صہیونیت کے فاسد ہتھکنڈوں سے محفوظ رہ گئی ہے، وہ تبدیلی اور انقلاب کی ہواؤں میں لپٹی ہوئی آرہی ہے، تاکہ ایک ایسا مستقبل تعمیر کریں جو انسانیت پر مبنی ہو، زیادہ بااخلاق ہو اور زیادہ جانثاری کے جذبات سے لبریز ہو۔

اے اہل غزہ و فلسطین! اور اے دنیا کے تمام مخلصو!

تمہاری قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔

تم تاریخ کی سب سے اہم جنگ میں کامیاب ہو چکے ہو اور وہ انسان و انسانیت کی تعمیر نو کی جنگ ہے۔

اور مجھے، ان شاء اللہ، یقین ہے کہ غزہ کے واقعات مغربی استعمار، صلیبیت اور صہیونیت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوں گے اور دنیا جلد ہی ان کے فساد اور گمراہی سے آزاد ہو جائے گی۔ مغرب اور صہیونیت نے گزشتہ کئی صدیوں میں انسانیت کی قیادت کرنے کا بھرپور موقع پایا، لیکن وہ اس میں مکمل طور پر ناکام ہوئے۔ انسانی فلاح اور ترقی کے بجائے، مغربی نمونہ ایک خود غرض اور موقع پرست انقلاب بن گیا، جس نے دنیا بھر میں انسانی اقدار اور اخلاقی اصولوں کو پامال کیا۔

یہ غرہ ہے! یہاں زندگی اور موت کی جنگ جاری ہے!

مغرب اور صہیونیت نے تمام صحیح اور حقیقی انسانی ورثے کو ختم کر ڈالا اور انسانیت سے ان کا انتقام ابلیس اور اس کی نسل کی تمام کوششوں سے زیادہ سخت اور شدید تھا۔ حقیقت میں انہوں نے اپنے مظالم میں اس قدر تجاوز کیا کہ ابلیس جو کچھ نہ کر سکا، وہ انہوں نے کر دکھایا۔

پوری بشریت نے اللہ کی عظمت کو مانا، دین کی پابندی کی، اپنی سر زمین سے محبت کی، خاندان کی دیکھ بھال کی، اخلاقی اقدار کا تحفظ کیا اور قربانی و فداکاری کی اہمیت کو سمجھا۔ لیکن مغرب، صہیونیت اور ہماری صہیونیت نواز حکومتوں نے یہ سب کچھ تباہ کر دیا اور انسانوں میں انفرادیت، خود غرضی اور موقع پرستی کی آگ بھڑکائی، جس سے انسانوں کے درمیان وہ اخلاقی قدریں اور اصول گر گئے جو بنی آدم کی پہچان تھے۔

اس مقالے میں اخلاقی انحطاط، سماجی تقسیم، انفرادی فساد اور فطری انحراف کی حالت کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے، لیکن غرہ نے اپنے صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ دنیا بھر میں دوسروں کے دکھ درد کو سمجھنے کا احساس دوبارہ زندہ کیا اور اس نے راکھ میں دبے ہوئے اخلاق کے انگاروں کو پھر سے شعلے میں بدل دیا۔ کچھ لوگ اس نسل سے تبدیلی کی امید تقریباً ترک کر چکے تھے، مگر غرہ کی سر زمین، اللہ کی رضا اور تدبیر سے، وہ روح زندہ کر گئی جسے مغرب نے مٹانے کی کوشش کی تھی اور اس نے وہ چہرے دکھائے جنہیں صہیونیت نے چھپانے کی کوشش کی تھی۔ غرہ نے ان میں قربانی کا جذبہ دوبارہ زندہ کیا، جو قصہ پارینہ بننے لگا تھا۔

آج دنیا میں پھیلنے والی نوجوانوں کی بیداری غرہ کی برکت سے ہے اور (مغربی ممالک میں فلسطین کے حق میں) طلباء کی تحریک کو خاموش نہیں کیا جاسکتا۔ نوجوان ہی زندگی کے معمار ہیں۔ لہذا ہمیں اس بیداری کا فائدہ اٹھانا ہو گا تاکہ انسانیت کو دوبارہ زندہ کیا جاسکے اور ہمیں اللہ کی عظمت کو دوبارہ ماننا ہو گا، دین پر عمل کرنا ہو گا، اسلامی سر زمینوں سے محبت کرنا ہو گی، خاندان کی دیکھ بھال کرنی ہو گی، اقدار اور اخلاق کی قدر کرنی ہو گی، قربانی اور جانثاری کا جذبہ فروغ دینا ہو گا۔

اختتامیہ

آخر میں اہل غزہ کی استقامت کی بات طرف لوٹتا ہوں، اور کبھی اس سے جدا نہیں ہوں گا، اس کے آثار میرے جذبات سے مل جاتے ہیں جب اس کی تصویر میری تخیلات سے گزرتی ہے، یہ منظر مختلف ٹکڑوں میں بکھرے ہوئے ہیں، میرا درد دل ان سب مناظر کو روشن کرتا ہے، سو میں دیکھتا ہوں: ایک بزرگ کا سایہ جو ایک ٹوٹی ہوئی دیوار کو اپنی کمر کے سہارے سنبھالے ہوئے ہے..... اس دیوار سے متصل دیگر دیواریں دھماکوں کے اثر سے گر رہی ہیں..... اور ایک ماں کا سایہ جو اپنے بچے کو گود میں لیے ہوئے ہے..... جس کا جسم لوہے کے پارچوں سے چھلی ہو چکا ہے اور جس کے کپڑے خون سے لہو رنگ ہیں..... اس کا بچہ مسلسل رو رہا ہے، اس کے پاس ایسا کچھ نہیں جو اسے کھلا کر چپ کر سکے، اس سے بھی دل دوز اس شیر خوار بچے کی تصویر ہے جو ابھی تک طاقت و قوت سے محروم ہے، آہ و فغاں کرتا ہے، اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہے، اور اس کا کمزور جسم رنگ بدل رہا ہے، وہ اپنی کٹی ہوئی اور خون میں لتھڑی ہوئی ٹانگ کو دیکھ کر اٹھتا ہے اور گردن و نواح میں کسی کو پکار رہا ہے: ”ابا، اماں، بہن، بھائی!“، لیکن کوئی جواب نہیں آتا، اس کے پیارے ایسی جگہ جا چکے ہیں جہاں انسانی آواز کی رسائی نہیں۔ یہ پیارا بچہ آنکھوں میں مزید آنسو اور درد کی شدت کے ساتھ بلند آواز سے رونے لگتا ہے، وہ ناتواں ہے، اپنے عزیزوں سے جدائی کے درد سے اس کا جسم ٹوٹ چکا ہے اور وہ اپنے باقی ماندہ ہاتھ کو اوپر نہیں اٹھا سکتا، سر جھکائے، زمین کو دیکھتے ہوئے، ایسی جگہ پر پہنچا ہے جہاں وہ نہیں جانتا، اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر اپنے رب سے رحم کی دعا کر رہا ہے، وہ خاموش ہے، لیکن اس کی آنکھیں بزبان حال یہ دعا مانگ رہی ہیں: الہی، میری قوت کم ہو چکی ہے، میں لوگوں کے سامنے بے بس ہوں، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے، میری مدد فرما، میں اس مصیبت میں ہوں، میری دعا سن لے!

اس کی ثابت قدمی غزہ میں موجود دیگر استقامت کے حامل جانبازوں کے لیے ایک اور سنگ میل ہے۔ میرے لیے آنسو نہ بہاؤ بلکہ اپنی حالت پر آنسو بہاؤ! یہ دن گزر جائیں گے اور میں بڑا ہو جاؤں گا، مگر، وہ بچہ ہمیشہ میرے دل میں تمہارا مخالف رہے گا۔

یہی شاعر اسامہ نے جو اشعار لکھے ہیں، وہ غزہ کے حالت زار کی بہترین عکاسی کرتے ہیں:

میں کون ہوں؟

رات کی دھندلی چھاؤں میرے خوابوں میں آ رہی ہے،
اور سکوت کے بے زبان گھوڑے میری شب کی تاریکی میں ہنہاتے ہیں۔
سرد آہیں میرے دل کی گہرائیوں میں طوفان برپا کرتی ہیں،
اور ہر رنج، میرے درد کی کوکھ سے جنم لیتا ہے۔
ایک سوال، بچے نکالے، میری طرف لپکتا ہے،
پُر تشدد لہجے میں پکارا اٹھتا ہے: ”تو کون ہے؟“
وہ مجھ سے گلہ کرتا ہے، مجھے بازوؤں میں لیتا ہے،
پھر بھی اصرار سے پوچھتا ہے: ”تو کون ہے؟ کیوں ہے؟“
وہ میری جان لینے کا آرزو مند ہے، مجھے سولی پر چڑھانا چاہتا ہے،
اور میں بھاگ کر، آنکھوں کی آغوش میں جا چھپتا ہوں۔

وہ پوچھتا ہے: ”تو کون ہے؟“

اور میں..... میں خود ایک سوال ہوں،

جسے بارود، بمباری اور شعلہ بار ٹکڑے مٹا دینا چاہتے ہیں۔
میں ایک بچہ ہوں، مگر میری روح صدیوں کی عمر رکھتی ہے،
میں کل کی امید کا نو نہال ہوں، جو آج کی جوانی میں سانس لیتا ہے۔
میں اپنے باطن کی گہرائیوں میں خود کو تلاش کرتا ہوں،
اور ماضی کی طرف گھٹنوں کے بل چل کر جاتا ہوں، قدموں کے نشان تک نہیں پاتا۔
میں وہ پلک ہوں، جس پر تھکاوٹ، اشکوں کا بوجھ بن کر ٹھہر گئی ہے۔

میں وہ طوفان ہوں،
جو میرے وجود کی رگ رگ میں بے قرار دوڑتا ہے۔

میں وہ معصوم آرزو ہوں،
جسے امن کی دہلیز پر ہی دفن کر دیا گیا۔

میں وہ خواب ہوں،
جسے موت نے بہلانے کی کوشش کی۔
میں ہوا کا بیٹا ہوں، بارش میری ماں ہے،
اور بادلوں کے پیچھے چھپی کہانیاں مجھے بارش کی مانند سیراب کرتی ہیں۔

میں وہ سر زمین ہوں،
جس پر آنسو گرتے ہیں تو زمین کو نم کرتے ہیں،
اور قحط زدہ مٹی میرے گریے سے سیراب ہوتی ہے۔
میں آسمان کا پختہ رنگ ہوں،
آسمان کی بلندی کے بغیر جینے سے انکاری ہوں۔

میں وہ ستارہ ہوں،
جسے شب کی تلخیاں بے نور کر چکی ہیں،
میں وہ ستون ہوں جو ایک کونے میں قید ہے،
کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟
تاکہ میرے خاموش درد کو پڑھ سکو؟

کیا تم میرے لبوں پر مہر لگی چیخ کو سمجھ سکتے ہو؟
میں..... میں اپنے آپ کو کھوپکا ہوں،
اور اپنے ہی بازوؤں میں خود کو تھپکتا ہوں،
جیسے کوئی یتیم بچہ ہو۔

میں اپنے سینے میں اپنی قوم کا غم دفن کیے پھرتا ہوں،
اور اپنے کاندھوں پر اُن کی لاشیں اٹھائے چلتا ہوں،
رات کی تاریکی کی چمکا دڑیں میرے اجالے کو چھین لیتی ہیں،
اور میرا سویرا، اندھیرے میں رور و کر دم توڑ دیتا ہے۔
ہاں.....
میرا سویرا غم کی وجہ سے تاریکیوں میں مر چکا ہے۔

جمع و ترتیب

(سیف العدل۔ حازم مدنی۔ عابر سبیل۔ سالم الشریف۔ مہند سالم۔ ابو خالد صنعانی)

محمد صلاح الدین عبدالحلیم زیدان

امت کا ایک بیٹا

”ہم سب کو پیکرِ صبرِ غزہ سے سیکھنے کی ضرورت ہے۔ انسانیت کے دشمن صہیونی درندوں کو یومیہ بنیادوں پر جو سبقِ غزہ سکھا رہا ہے ہمیں ان پر غور کرنا چاہیے۔ ایک غیرت مند قوم ایسی ہی ہوتی ہے۔ اپنے دشمن کا ترنوالہ نہیں بنتی۔ غزہ کا صبر اور اثبات قدمی دیکھیں! یہ قوم ناقابلِ شکست ہے، بمباری، تباہی اور مقتولین کے ہوش اڑا دینے والے اعداد و شمار نے ان کا کچھ نہیں بگاڑا اور دشمن کو فتح نہیں دلائی۔ مجاہدین کے فسیلوں کو پھلانگ کر حملہ آور ہونے کے وقت سے ہی صلیبی صہیونی ٹولہ اس جنگ کو ہار چکا ہے۔ اے دشمنو! تم ناکام ہو چکے ہو! کیا روزانہ حملہ کر کے بھاگ جانے کی کارروائیوں میں تمہیں کچھ کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے یا ہمیشہ ناکام و نامراد بھاگنے پر مجبور ہوتے ہو؟ کیا تم اہل اسلام کے میزائیلوں کو اپنی زمین کے عین بیچ میں گرنے سے روکنے میں کامیاب ہوئے؟ کیا تمہاری بکتر بند گاڑیاں الیاسین ۱۰۵ کی ضربوں سے بچ سکیں؟ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر تمہارے ٹینکوں پر دن دھاڑے بارودی سرنگیں نصب کرتے سرفروشنوں نے کیا تمہیں دہشت زدہ نہیں کر دیا؟ ابھی تم نے کچھ نہیں دیکھا، وقت دور نہیں جب امت کے پیٹے اٹھ کھڑے ہوں گے اور تمہیں اور تمہارے مفادات کو ہر جگہ نشانہ بنائیں گے۔“

فضیلة الشيخ سيف العدل



غزوة ہند

مطبوعات